



پرانیت

FEROZSONS
BOOK
CORPORATION
LIMITED

افریقہ والے چچا

(ڈرامے)

اے حمید



فیروز سنز بک کارپوریشن لمیٹڈ لاہور

اقبال بکسٹور

Rashid Ashraf
zest70pk@gmail.com
www.wadi-e-urdu.com

Courtesy: Farooq Ahmed

July 2015



افریقہ والے چچا

ڈورا بینک روم - چچوں اور اُس کی بہن بچی سکول کا کام کر رہے ہیں۔ ان کے ابو چھٹی ہاتھ میں لے لے اندر آتے ہیں اور کلائی کی گھڑی دیکھ کر کہتے ہیں (بیٹا! میں ڈورا سٹیشن تک جا رہا ہوں، گاڑی آ چکی ہو گی۔ خدا خیر کرے) پتھارے افریقہ والے چچا ابھی تک نہیں آئے۔

ول: اتنی، اتنی، انکل انھیں لینے گئے ہیں۔ آپ کیوں جاتے ہیں؟

لی: ہاں ابو! وہ لوگ آ ہی رہے ہوں گے۔
ول: (موسے پر پیٹھ کر) اب تمہیں کیا بتاؤں بیٹا! ابھی تم

Farooq Library

IV-B-4/3 Nazimabad

For ERIT INDUSTRIES

ڈرامے

3	افریقہ والے چچا
20	انوکھا سکول
34	بھوت گھر
51	انوکھی دعوت
69	چچوں طوطا

For ERIT INDUSTRIES

☆☆☆

1973	پہلی بار
3 000	تعداد
	قیمت

مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور • باہتمام عبدالحمید خاں پرنٹر و پبلشر

ہے۔ جینک لگاتے ہیں۔ سر پر سولہ ہریٹ پہنتے ہیں،
اور سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ اگر تم ان کی آنکھوں
کے آگے انگلی سے، ہوا میں، دائرہ بنا کر کہو کہ ”دُنیا
گول ہے“ تو وہ بھی انگلی سے دائرہ بنا کر کہیں گے
”دُنیا گول ہے“ (ابو ہوا میں انگلی سے دائرہ بنا کر
دکھاتے ہیں) سمجھ گئے نا؟

چُنوں اور پکی : بالکل سمجھ گئے ابو !

ابو : (جانتے ہوئے پلٹ کر) اور ہاں۔ ایک بات اور
یاد رکھنا۔ وہ جو کہیں اس کا آلٹ کرنا۔ وہ ٹھنڈا پانی
مانگیں تو انھیں گرم چائے دینا۔ اگر وہ کہیں مجھے سردی
لگ رہی ہے تو سمجھ لینا کہ اس کا مطلب ہے۔ انھیں
گرمی لگ رہی ہے۔ یہ ان کی عادت ہے۔ وہ ہمیشہ
آلٹ بات کرتے ہیں سمجھ گئے ؟

چُنوں : سمجھ گئے ابو ! آپ بالکل فکر نہ کریں۔

ابو : (دروازے پر جا کر پھر پلٹ کر) دوسرے یہ کہ خبردار !
ان کو کھانے پینے کے لیے کچھ نہ دینا۔ ڈاکٹروں نے
بالکل منع کر رکھا ہے۔

چُنوں : بہت اچھا ابو ! اگر وہ یہاں آگئے تو جیسا آپ نے
فرمایا ہے، ویسا ہی ہوگا۔

پیدا بھی نہیں ہوئے تھے کہ تمہارے یہ چچا افریقہ چلے
گئے۔ دو برس بعد انھیں ایسا بخار چڑھا کہ اس کا اثر
دماغ پر ہو گیا اور وہ پاگل ہو گئے۔ آٹھ برس پاگل خانے
میں رہے۔ اب ہم نے انھیں لاہور بلوا لیا ہے۔ اللہ
نے چاہا تو یہاں وہ بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔

چُنوں : ہاں ابو ! انشاء اللہ وہ یہاں بالکل ٹھیک ہو جائیں
گئے۔

پکی : میں بھی ان کے لیے دعا مانگوں گی ابو !

ابو : ضرور ضرور بیٹی ! (آٹھتے ہوئے) اچھا، اب میں شیش
جار ہا ہوں۔

چُنوں : بہت اچھا ابو !

ابو : (پلٹ کر) مجھے ڈر ہے کہیں تمہارے افریقہ والے چچا،
پاگل پن میں، ان لوگوں کے ہاتھوں سے نکل نہ بھاگے
ہوں۔ تمہارے چچا نے یہ مکان دیکھا ہے۔ وہ اور سب
کچھ بھول سکتے ہیں مگر وہ یہ مکان نہیں بھولیں گے۔ اگر
وہ میرے بعد یہاں آجائیں تو انھیں اندر بند کر لینا۔

چُنوں : لیکن..... لیکن ابو ! ہمیں کیسے پتا چلے گا کہ یہی
ہمارے افریقہ والے چچا ہیں۔

ابو : وہ بھاری بھر کم گول مثول سے ہیں۔ تو نہ رکلی ہوئی

چٹوں اٹھ کر دروازہ کھولتا ہے۔ ایک بھاری بھر کم، گول مٹوں، پھوٹی ٹوٹی بند والا آدمی، چھتری ہاتھ میں لیے، سر پر سولہ بیٹ رکھے، اندر آئے۔
آدمی: کیوں میاں! قریشی صاحب کا یہی مکان ہے نا؟
پنکی: (چٹوں کے کان میں) بھاری بھر کم۔
چٹوں: سر پر سولہ بیٹ۔

پنکی: یہ تو افریقہ والے چچا ہیں۔ سیشن سے بھاگ آئے ہیں۔
چٹوں: تم دروازہ بند کر کے گنڈی لگا دینا۔ میں انھیں بٹھاتا ہوں۔

آدمی: (حیرت سے) کیوں بر خوردار! یہ تم کھسکھس کیا کر رہے ہو؟
پنکی: مری بات کا جواب دو۔ قریشی صاحب ہیں یا نہیں؟

چٹوں: (جلدی سے مسکرا کر) جی ہاں چچا جان! ابو اندر ہیں۔
آپ نشہ لیف رکھے۔

(آدمی خوش ہو کر مٹوں پر بیٹھ جاتا ہے)
آدمی: (مسکرا کر) بہت خوب۔ بہت خوب! میں کافی عرصہ باہر رہ کر آیا ہوں۔ سوچا اپنے پرانے دوست سے ہی مل لوں۔ ذرا انھیں خبر کر دو بیٹا! مجھے ذرا جلدی جانا ہے۔

ابو: شاباش! خدا تمھارے چچا کو صحت دے۔ اور ہاں! اگر ہوسکے تو ان کے سر پر گھنٹن کی مالش کر دینا۔

دونوں: بہت اچھا ابو! خدا حافظ!

ابو: خدا حافظ! (جاتے ہیں)۔

چٹوں: خدا ہمارے افریقہ والے چچا کو اچھا کر دے۔

پنکی: آمین! ہاں چٹوں! ایک بات بتاؤ گے؟

چٹوں: ہاں ہاں، پوچھو!

پنکی: لوگ پاگل کیوں ہو جاتے ہیں؟

چٹوں: اب یہ تو میں تمھارے افریقہ والے چچا سے پوچھ کر بتاؤں گا۔

پنکی: ٹھیک ہے۔ ہم دونوں ان سے پوچھیں گے۔

(دروازے پر دستک۔ ان کے ساتھ ہی کسی کی

آواز آتی ہے)

آواز: کیوں بھئی! قریشی صاحب ہیں؟

چٹوں: پنکی! میرا خیال ہے افریقہ والے چچا آگئے ہیں۔

پنکی: دروازہ کھول کر انھیں جلدی سے اندر بند کر لینا چاہیے

چٹوں: ٹھیک ہے۔ میں انھیں اندر ملاتا ہوں۔

پنکی: مگر چٹوں! پہلے ان کا علیہ تو دیکھ لیں۔

آواز: (دستک دے کر) کیوں میاں! قریشی صاحب ہیں؟

(ہے)

چٹوں: چچا جان! آپ افریقہ میں تھے نا؟
آدمی: (حیرانی سے) افریقہ میں! ارے میاں صاحبزادے افریقہ
میں نہیں، امریکہ میں تھا، امریکہ میں۔

چٹوں: (اپنے آپ سے) ابو نے ٹھیک کہا تھا کہ چچا جان ہر
بات کا الٹ کہتے ہیں۔ افریقہ کا الٹ امریکہ ہی ہوگا۔
آدمی: کیا کہہ رہے ہو میاں؟ ذرا اونچی آواز میں کہو۔

چٹوں: (مسکرا کر) کچھ نہیں۔ کچھ نہیں چچا جان! میں.....
میں کہہ رہا تھا کہ امریکہ تو افریقہ سے بہت دور ہے نا؟
آدمی: (ہنس کر) ارے میاں! افریقہ اور امریکہ تو ایک دوسرے
سے بہت فاصلے پر ہیں۔ یوں سمجھ لو کہ افریقہ اگر دُنیا
کے گولے کے اوپر ہے تو امریکہ گولے کے نیچے ہے۔
اب سمجھے؟

چٹوں: (اپنے آپ سے) گولے — دُنیا گول ہے — ابو
نے بالکل ٹھیک نشانی بتائی تھی۔
آدمی: تم پھر منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے گئے۔ ارے میاں اونچی
آواز میں بات کرو نا۔

چٹوں: (مسکرا کر) کچھ نہیں چچا جان..... میں..... میں یہ
پوچھنا چاہتا تھا کہ.....

چٹوں: (پنکی کے کان میں) پنکی! ابو نے کہا تھا چچا کو ہرگز
ہرگز باہر نہ جانے دینا۔ فوراً گنڈی پیرھا دو۔
آدمی: (حیرانی سے) ارے! تم لوگ پھر کھسکھس کر رہے
گئے۔

چٹوں: ابھی بلاتا ہوں۔ ابھی بلاتا ہوں۔ آپ ذرا آرام کر
لیں۔
آدمی: جیسے رہو۔ جیسے رہو۔

(پنکی جلدی سے دروازہ بند کر کے گنڈی لگا دیتی
ہے،)
آدمی: (تعجب سے) ارے بیٹی! یہ دروازے میں گنڈی کیوں
لگا دی؟
پنکی: (مسکرا کر) کچھ نہیں چچا جان! ہمسائے کی ایک بٹی ہے۔
بار بار اگر تنگ کرتی ہے۔

آدمی: (ہنستے ہوئے) ہی ہی ہی۔ بٹی تو بڑا پیارا جانور ہے۔
سر پر ہاتھ پھیر دو تو میاؤں میاؤں کرنے لگتی ہے۔
پنکی: (چٹوں کے کان میں) یہ ضرور افریقہ والے پاگل چچا ہیں۔
ہمیں ان کی حفاظت کرنی چاہیے۔

آدمی: ارے بھئی! قریشی صاحب کو تو بلاؤ۔
پنکی: جاتی ہوں چچا جان! (چٹوں کی طرف دیکھتی ہوئی جاتی)

آدمی: (جھنجھلا کر) بھئی! تم دونوں بہن بھائیوں کو یہ کھسک پھسکر
کی کیا عادت ہے؟ ہیں؟
چٹوں: (شرما کر) کچھ نہیں بچا جان! پنکی کہہ رہی تھی کہ.....
کہ بچا جان کی کیا خاطر کریں۔
آدمی: (خوش ہو کر) ہی ہی ہی۔ خاطر کیا بیٹے! بس ایک
گلاس ٹھنڈا پانی پلا دو۔ حلق خشک ہو رہا ہے۔

پنکی: ابھی لائی بچا جان!
چٹوں: (پنکی کے کان میں) خیر دار! ابو نے منع کیا تھا کہ بچا
جان کو کھانے پینے کو کچھ نہیں دینا۔
پنکی: ارے ہاں۔ یاد آ گیا۔

آدمی: (قمیص کے ٹٹن کھول کر) اُٹ! آج تو بڑی گرمی ہے
سارا بدن گرم ہو گیا ہے۔ پنکھے کی ہوا بھی گرم ہے۔
چٹوں: (آہستہ سے) ابو نے کہا تھا کہ بچا جان کی ہر بات کا
مطلب ہمیشہ اُلٹ ہوتا ہے۔

پنکی: ہاں ہاں! یاد آ گیا۔ تو بدن گرم ہو گیا ہے کا اُلٹ کیا
ہوتا؟

چٹوں: اس کا اُلٹ ہوا کہ بدن ٹھنڈا ہو گیا ہے۔
پنکی: اس کا مطلب ہوا کہ بچا جان کو سخت سردی لگ رہی
ہے۔

(پنکی واپس آتی ہے)
پنکی: ابو ابھی آ رہے ہیں بچا جان!
آدمی: (گھڑی دیکھ کر) بہت دیر لگا دی تمہارے ابو نے۔
مجھے ٹوک خانے بھی جانا ہے۔
چٹوں: (پنکی کے کان میں) ہم انھیں ہرگز ہرگز نہیں جانے
دیں گے۔

پنکی: (چٹوں کے کان میں) ہرگز نہیں۔
آدمی: ہاں میاں! تم کیا پوچھ رہے تھے؟
چٹوں: وہ ————— دُنیا گول ہے نا بچا جان؟
آدمی: (اُلنگی سے ہوا میں دائرہ بنا کر) بالکل گول ہے بیٹا!
دائرے کی طرح گول۔

پنکی: (اُلنگی سے دائرہ بنا کر) دُنیا گول ہے..... گول۔
آدمی: (ٹپٹا کر) بھئی! ایک بار جو کہہ دیا کہ دُنیا گول ہے۔
(اُلنگی سے ہوا میں دائرہ بنا کر) ایسے گول ہے۔
پنکی: (چٹوں کے کان میں) یہ تو سر سے پاؤں تک افریقہ
والے بچا ہیں۔

چٹوں: بالکل وہی ہیں۔
پنکی: ابو اور امی کے آنے تک انہیں قابو میں رکھنا چاہیے۔
چٹوں: ابھی قابو میں کرتا ہوں۔

چٹوں، بالکل۔

پنکی : تو پنکھا بند کر دو اور چچا جان کے اوپر کبل ڈال دو۔
چٹوں : میں پنکھا بند کرتا ہوں۔ تم اندر سے کبل لے آؤ۔

آدمی : (پریشان ہو کر) ارے میاں! یہ کھسکھس بند کر دو اور اندر جا کر ابو سے کہو جلدی تو جائیں سمجھے؟

پنکی : سمجھ گئی چچا جان! ابھی جا کر کہتی ہوں۔

(پنکی جاتی ہے۔ چٹوں پنکھا بند کر دیتا ہے)

آدمی : (ایک دم چونک کر) ارے! یہ تو اکیوں بند ہو گئی!
(اوپر دیکھ کر) ہائیں! پنکھا کس نے بند کر دیا؟

چٹوں : میرا خیال ہے، بجلی چلی گئی ہے۔

آدمی : (میز سے رسالہ اٹھا کر جھلٹاتا ہے) کم بخت! اس بجلی کو بھی اسی وقت جانا تھا۔

(پیچھے سے پنکی کبل اٹھائے دبے پاؤں آگے بڑھتی نظر آتی ہے)

آدمی : (قمیص کے بٹن بند کرتے ہوئے) لومیاں! میں تو چلا۔
اس گرمی میں نہیں بیٹھا جاتا۔ ابو سے کہنا، میں اُن سے دفتر میں بل لوں گا۔

(صوفے سے اُٹھنے ہی لگتا ہے کہ پنکی اُس کے اوپر کبل ڈال دیتی ہے)

آدمی : (بڑبڑا کر) کبل پرے پھینک کر، یہ کیا بد تمیزی ہے۔
یعنی تم لوگ گھر آئے مہانوں سے یہ سلوک کرتے ہو؟
لاحول ولاقوة! یعنی اتنی سخت گرمی میں ایک تو پنکھا بند ہو گیا، اوپر سے تم کبل ڈال رہی ہو؟ یہ کیا مذاق ہے بھلا۔

پنکی : (خوشامد سے) معافی چاہتی ہوں چچا جان! مگر آپ کی بھلائی اسی میں ہے۔

آدمی : کیا مطلب؟ یعنی میری بھلائی اسی میں ہے کہ اس گرمی میں کبل اوڑھا کر میرا سمیٹا بنا دیا جائے؟

چٹوں : (پنکی کے کان میں) چچا جان کو میاں سے بھلا گئے نہ دیتا۔

پنکی : میں اندر سے رتنی لاتی ہوں۔

چٹوں : ہاں ہاں! ٹھیک ہے۔ ہم انھیں صوفے کے ساتھ باندھ دیں گے۔ اگر یہ بھاگ گئے تو ابو بے حد خفا ہوں گے۔

پنکی : میں ابھی رتنی لاتی ہوں۔

آدمی : (کپڑے جھاڑتے ہوئے) لاحول ولاقوة! میں قریشی صاحب سے تمھاری شکایت کروں گا۔ (آواز دے کر) ارے بھائی قریشی صاحب! میں نے کہا قریشی صاحب! ذرا

یہاں تو آؤ۔

پنکی: آپ آرام سے بیٹھے چچا جان! میں ابو کو لے کر آتی ہوں۔

آدمی: (ٹھٹھے سے) جلدی بلاؤ اپنے ابو کو۔ میں ابھی تم دونوں کی شکایت کرتا ہوں۔

(پنکی چٹوں کو اشارہ کر کے جاتی ہے)

آدمی: (رسالے سے ہنکھا کر کے) غضب خدا کا! اتنی گرمی ہے اور تم ٹھنڈے پانی کا ایک گلاس تک نہیں پلا سکتے۔

چٹوں: (میز پر سے کتابیں، کاپیاں ہٹاتے ہوئے) ابھی پلاتا ہوں چچا جان!

آدمی: (جھنجھلا کر) کیا اُس وقت پلاؤ گے جب میں بے ہوش ہو جاؤں گا۔ (آواز دے کر) میں نے کہا، تشریفی صاحب!

اب تشریف لے آئیے۔ بہت ہو چکی۔ آپ کے گھر آنا یاد رہے گا۔ پیاس کے مارے دم لگ گیا اور پانی کا ایک

قطرہ نہ ملا۔ ہونٹ! (اٹھنے لگتا ہے)

چٹوں: (پکڑ کر جھٹلاتے ہوئے) تشریف رکھیے چچا جان! میں ابھی ٹھنڈا پانی لاتا ہوں (آواز دے کر) پنکی! پنکی! جلدی

سے ٹھنڈے پانی کا جگ لاؤ۔

آدمی: (زور سے) تین جگ لانا۔ زبان سوکھ کر کاٹا ہو رہی

ہے۔ (رسالے سے ہوا کرتے ہوئے) تو بے کس غضب

کی گرمی ہے اوپر سے ہنکھا بھی بند ہو گیا۔

(پروہ ہٹتا ہے۔ پنکی ہاتھ میں رتی لیے آتی ہے۔

چٹوں کو اشارہ کرتی ہے۔ چٹوں قدم قدم پیچھے ہٹتا

ہے۔ دونوں آدمی کے پیچھے جا کر، رتی کا ایک ایک

سرا ہاتھ میں لیے اچانک اس پر حملہ آور ہونے ہیں

اور صوفے کے گرد دو تین بار گھوم کر اس کو رتی سے

جکڑ دیتے ہیں)

آدمی: (ہاتھ پاؤں مار کر) یہ کیا! یہ کیا بد تمیزی ہے؟ ارے

بھئی! یہ کیا کر رہے ہو؟ تم لوگ باگل تو نہیں ہو گئے؟

چھوڑ دو مجھے — چھوڑ دو — رتی گھولو —

چٹوں: خدا آپ کو شفا دے چچا جان! (رتی کو گانٹھ لگا رہا

ہے)

پنکی: رتی کو خوب کس کر، دُعا مانگتی ہے، یا اللہ! ہمارے

پیارے چچا جان کو ٹھیک کر دے۔

آدمی: (پریشان ہو کر، کبھی چٹوں کو اور کبھی پنکی کو دیکھتا ہے)

ارے بھئی! یہ تم کیا کر رہے ہو؟ یہ کیسی دُعا میں مانگ

رہے ہو؟ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ انھیں کیا ہو گیا ہے؟

یہ کیا ڈراما کھیلا جا رہا ہے؟

آدمی: (گھبرا کر) یہ کیا! یہ کیا کرنے لگے تم۔ خدا کے واسطے کہیں نہ ڈالو۔ میرا بھرتا بن جائے گا۔
(چٹوں اور پینکی کہیں اچھی طرح آدمی کے گرد لپیٹ دیتے ہیں)۔

آدمی: یا اللہ! میں کس مُصِیبت میں پھنس گیا۔
پینکی: اُونے کہا تھا چچا جان کے سر پر مکھن کی مالش بھی کرنا۔

چٹوں: فوراً مکھن لاؤ۔ اس ٹرے میں پڑا ہو گا۔
(پینکی ٹرے کی طرف بڑھتی ہے جو پاس ہی ایک میز پر پڑی ہے اور جس میں چائے کے برتن بھی ہیں)۔

آدمی: خدا کے لیے میری حالت پر رحم کرو۔ مجھے چھوڑ دو۔
کھولو رسی۔ رسی کھولو۔

چٹوں: ابھی کھول دیتے ہیں چچا جان! اُتو اور امی آ ہی رہے ہوں گے۔ لاؤ مکھن پینی!
پینکی: (توس لاکر) مگر مکھن تو توس پر لگا ٹوا ہے چٹوں!
چٹوں: کچھ بھی ہو۔ اُونے کہا تھا، مالش ضرور کرنی ہے۔ لاؤ مجھے دو۔

(پینکی چٹوں کو مکھن لگا توس دیتی ہے۔ چٹوں توس

چٹوں: چچا جان! بالکل فکر نہ کیجیے۔ اللہ میاں آپ کو بڑی جلدی ٹھیک کر دے گا۔

پینکی: ہاں چچا جان! میں نے صُبح بھی دُعا مانگی تھی کہ اللہ میاں میرے پیارے چچا جان ٹھیک ہو جائیں۔

آدمی: (اُپٹا کر) ارے بھئی کون ٹھیک ہو جائے! مجھے کیا ہو گیا ہے؟ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ خدا کے لیے رسی کھولو! میرا دم گھٹا جا رہا ہے۔ (آواز دے کر) ارے بھائی قریشی صاحب! خدا کے لیے آکر مجھے اس عذاب سے بچا دو۔
چٹوں: چچا جان! اُتو تو آپ کو لینے نشیٹن گئے ہیں۔ بس اُتے ہی ہوں گے۔

آدمی: یا اللہ! میں کس مُصِیبت میں پھنس گیا، قریشی صاحب کے گھر آ کر۔ ہاتے! پانی۔ پانی، گرمی گرمی۔ میرے بدن میں آگ لگ رہی ہے۔ آگ لگ رہی ہے۔

پینکی: (گھبرا کر) ہاتے اللہ! اب کیا کریں؟
چٹوں: بدن میں آگ لگ رہی ہے کا اُلٹ ہوا کہ بدن برف کی طرح ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ بے نا پینکی؟
پینکی: ہاں ہاں! خدا کے لیے چچا جان پر کہیں ڈال دو۔ انہیں سخت سردی لگ رہی ہے۔

چٹوں: اُٹھاؤ کہیں۔

(ابو جلدی سے کمبل پرے پھینک کر بے ہوش
مہمان کے منہ پر رُومال سے ہوا کرتے ہیں۔ اتنی
پنکھا چلا دیتی ہیں۔ پیکی اور چٹن بھاگ جاتے
ہیں۔ اصلی افریقہ والے بچا حیرت سے کبھی
چھت کو، کبھی دیواروں کو دیکھ رہے ہیں۔ اتنی
مہمان کی رتی کھول رہی ہیں)
ابو: (مہمان کو ہلاتے ہوئے) مرزا صاحب! مرزا صاحب!
ہوش میں آئیے۔ مرزا صاحب! مرزا صاحب!
(پردہ گرتا ہے)

آدمی کے سر پر رکھ کر مالش شروع کر دیتا ہے)
چٹن: (مالش کرتے ہوئے) ابھی ساری تنگی دور ہو جائے
گی بچا جان!
پنکی: آپ بالکل اچھے ہو جائیں گے بچا جان!
آدمی: (سر ادھر ادھر مارتے ہوئے) ارے! مجھے ہوا کیا
ہے جو ٹھیک ہو جاؤں گا۔ میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔
یا اللہ! مجھے اس مُصِیبت سے بچالے۔ کہاں پھنس گیا
میں آج۔

(چٹن جلدی جلدی مالش کر رہا ہے اور پنکی آدمی
کے گرد کمبل لپیٹ رہی ہے۔ آدمی پر غشی طاری
ہو رہی ہے۔ اتنے میں پردہ اٹھتا ہے اور ابو،
اتنی سولہ بیٹ والے ایک گول مٹول آدمی کے
ساتھ اندر داخل ہوتے ہیں)

ابو: (حیرت سے) ارے! یہ کیا؟

اتنی: یہ کیا کر رہے ہو بدتمیزو؟

چٹن: ابو آپ ہی نے تو کہا تھا کہ افریقہ والے بچا آئیں تو
انہیں قابو میں کر لینا اور کتھن کی مالش بھی کرنا۔

ابو: مگر افریقہ والے بچا تو میرے ساتھ ہیں۔ یہ تو امریکہ والے
میرے انجینئر دوست ہیں۔



انوکھا سکول

(نومی کلاس روم میں کرسی پر سینک لگائے، پگڑی باندھے بیٹھا ہے۔ میز پر حاضری کا رجسٹر اور بید رکھا ہے۔ سامنے ڈسکول پر چھ سات طالب علم بیٹھے ہیں۔ اچکن، گلاہ، شلوار، پتلون قسم کے لباس ہیں۔ نومی میز پر بید مار کر رول کال کرتا ہے،

نومی: (میز پر بید مار کر) خاموش۔ خاموش۔ اگر اب میں نے کسی بچے کی آواز سنی تو کان پکڑ کر کلاس سے باہر نکال دوں گا۔

(حاضری بولتا ہے، جمیل!

جمیل! حاضر جناب!

نومی: بشیر!
بشیر: حاضر جناب!
نومی: سعید!
سعید: حاضر جناب!
نومی: پنگو! پنگو کہاں ہے؟
رشید: وہ غیر حاضر ہے جناب!
نومی: ہونہم! وہ آج پھر غیر حاضر ہے۔ خیر کوئی بات نہیں۔
عزیز!

عزیز: (آہستہ سے) حاضر جناب!
نومی: زور سے بولو۔ کیا آج ناشتا نہیں کیا؟ آواز کمزور کیوں ہو رہی ہے؟
عزیز: (دبندہ آواز سے) حاضر جناب!
نومی: ہاں۔ یوں بولا کرتے ہیں۔ تم قوم کے لونہال ہو۔ اگر اس ٹکڑ میں تمھارا یہ حال ہو گیا تو بوڑھے ہو کر کیا ہوگا۔
اچھا آج کا سبق بچاؤ۔ سعید تم پڑھو۔

سعید: (کتاب کھول کر کھڑے ہو کر پڑھتا ہے) آہا پھل والا آیا۔ میٹھے میٹھے پھل لایا۔ آؤ بھائی جان پھل والے سے میٹھے میٹھے پھل خریدیں۔ نہیں۔ آج ہم پھل نہیں کھا میں گے۔

نومی: (پنسل لے کر) پنسل تو بڑی اچھی ہے لیکن یہ استادوں کے لیے ہے۔ منچوں کے کھنکھنے کی نہیں۔ یہ اب میرے پاس رہے گی۔ جاؤ اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھ جاؤ۔
(جمیل واپس اپنی سیٹ پر بیٹھ جاتا ہے)
نومی: سعید! بیٹھ جاؤ۔ عزیز! اب تم سبق پڑھو۔
کمزیز: ماسٹر جی! میں کتاب گھر بھول آیا ہوں۔
نومی: تو دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر کھڑے رہو۔
(عزیز دونوں ہاتھ اٹھا کر کھڑا ہو جاتا ہے)

نومی: جمیل!

جمیل: جی جناب!

نومی: مجھے ابھی تمہارے بالوں سے خوشبو آتی تھی۔ تم کون سا تیل لگاتے ہو؟

جمیل: جی میری اتی لگا دیتی ہیں جی، مجھے پتا نہیں۔

نومی: اپنی اتی سے کہہ کر کل سکول آتی دفعہ میرے لیے ایک بڑی سی شیشی میں تھوڑا سا تیل بھروائے لانا۔ کیا سمجھے؟

جمیل: بہت اچھا ماسٹر جی!

نومی: (میز پر بید مار کر) رشید!

رشید: جی جناب!

نومی: تم کیا کھا رہے ہو؟

نومی: (میز پر بید مار کر) کیوں نہیں کھائیں گے؟ آج ہر پھل ضرور کھائیں گے۔ سعید!

سعید: جی ماسٹر جی!

نومی: تمہارے آبا جانا میوہ منڈی میں کام کرتے ہیں نا؟

سعید: جی ماسٹر صاحب۔

نومی: تو اپنے آبا سے کہنا کہ آج ہمیں مالٹوں کا ایک ٹوکھا بھجوا دیں۔ کیا سمجھے؟

سعید: بہت اچھا ماسٹر جی!

نومی: آگے پڑھو۔

سعید: (کھٹکار کر) آؤ بھائی جان، پھل والے سے پھل خرید کر آنا یا! کیا لال لال سنگترے ہیں....

بشیر: (پچھلے کھڑے ہو کر) ماسٹر جی، جمیل میری پنسل نہیں دیتے۔

نومی: (میز پر بید مار کر) جمیل، ادھر آؤ۔

(جمیل اٹھ کر قریب آتا ہے)

نومی: (کان مڑو کر) تم بشیر کی پنسل کیوں نہیں دیتے؟

جمیل: ماسٹر جی! یہ پنسل میری ہے۔

بشیر: نہیں ماسٹر جی! یہ پنسل میری ہے۔

نومی: خاموش! کہاں ہے وہ پنسل؟

جمیل: (ہیب سے پنسل نکال کر) یہ ہے ماسٹر جی۔

سے ٹنڈے گوشت تمام کو ہمارے گھر پہنچا دینا۔ کیا

سمجھے؟

عزیز: بہت اچھا ماسٹر جی۔

نوحی: اب بیٹھ جاؤ۔ بشیر! تم انگریزی کی کتاب نکالو۔

بشیر: (سہم کر اٹھتا ہے) ماسٹر جی۔ ماسٹر جی۔ میں..... میں انگریزی کی کتاب گھر بھول آیا ہوں۔

نوحی: ہوں! دونوں ہاتھ کھول کر کھڑے ہو جاؤ، رنج پر۔

بشیر: جی، جی میری امی نے آج کریلے گوشت پکائے ہیں۔

نوحی: ہوں۔ تو بیٹھ جاؤ۔ اور سنو....

بشیر: ایک بڑے سے پیالے میں تھوڑے سے کریلے گوشت...

نوحی: (میز پر بید مار کر) ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ بیٹھ جاؤ۔

(اچانک پیچھے سے ایک طالب علم کے رونے کی آواز آتی ہے)

نوحی: یہ کون رو رہا ہے؟

جمیل: جی۔ بشیر رو رہا ہے۔

نوحی: بشیر! کھڑے ہو جاؤ۔

(بشیر منہ بسورتے ہوئے کھڑا ہو جاتا ہے)

نوحی: تم کیوں رو رہے ہو؟

بشیر: (سکپاں بھر کر) جی میں امی کے پاس جاؤں گا۔ میں

رشید: جی ریوڑیاں ماسٹر جی!

نوحی: لا حول ولا قوۃ! آج کل کے بچوں کو کیا ہو گیا ہے۔ کبھی

ریوڑیاں کھا رہے ہیں تو کبھی چوڑن۔ تم لوگوں کو جوان ہو کر

قوم کے غازی بننا ہے۔ تم لوگ ریوڑیاں کھاؤ گے تو گزارہ

کیسے ہوگا؟ کتنی ریوڑیاں ہیں تمھاری جیب میں؟

رشید: جی ختم ہو گئی ہیں ماسٹر جی!

بشیر: (کھڑے ہو کر) ماسٹر جی یہ جھوٹ بولتا ہے۔

نوحی: (میز پر بید مار کر) خاموش۔ رشید!

رشید: جی ماسٹر جی۔

نوحی: اوصی ریوڑیاں ہماری میز پر لا کر رکھ دو۔ کیا سمجھے؟

رشید بے دلی سے آتا ہے اور میز پر ریوڑیاں رکھ

کر واپس جاتا ہے

نوحی: (ریوڑیاں کھاٹے ہوئے) عزیز! ہاتھ نیچے کر لو۔

(عزیز ہاتھ نیچے کر کے بیٹھنے لگتا ہے)

نوحی: (بید میز پر مار کر) ابھی مت بیٹھو۔ یہ بتاؤ آج تمھارے

گھر کیا پکا ہے؟

عزیز: جی ٹنڈے گوشت۔

نوحی: شہان اللہ۔ ٹنڈے گوشت، تو ہمیں بہت پسند ہیں۔

سنو عزیز میاں! ایک بڑے سے پیالے میں تھوڑے

نومی : تمہارے ہاتھ بڑے ٹھنڈے ہیں۔ کیا آج آئس کریم کھا کر آئے ہو؟

سعید : جی نہیں ماسٹر جی۔

نومی : تو پھر تمہارے ہاتھ کیوں ٹھنڈے ہیں؟

سعید : جی، میرے ابو برف بیچتے ہیں۔

نومی : انہوں! برف بیچتے ہیں۔ تو پھر لوگ ان کی برف میں آم بھی لگا جاتے ہوں گے۔

سعید : ہاں جی! لوگ برف میں آم لگا جاتے ہیں۔

نومی : تو پھر کل کچھ ٹھنڈے آم لیتے آنا۔ مائے۔ ذرا زور سے دباؤ۔ (میز پر بید مار کر) خاموش! تاریخ کی کتاب لکھا لو پنکھو!

(نچے کتابوں کے ورق اٹھنے لگتے ہیں۔ اتنے میں پنکھو بغل میں بستہ ڈالے، گنا چوستا ہوا کلاس میں داخل ہوتا ہے)

نومی : (ڈانٹ کر) کیوں پنکھو! تم آج پھر لیٹ آئے ہو؟

پنکھو : (سہم کر) جی۔ جی۔ اٹی نے نہلاتے نہلاتے دیر کر دی پھر ابو نے بیڈ لائے بازار بھیج دیا۔

نومی : لالو! ولاتو! تمہارے ماں باپ اپنے بچوں کا مستقبل برباد کر رہے ہیں۔ چلو بیٹھو میڈل پر۔ اگر کل دیر سے

اٹی کے پاس جاؤں گا.... اُلو۔ اُلو۔

نومی : (میز پر بید مار کر) لالو! ولاتو۔ یا خدا! آج کل کے بچوں کو کیا ہو گیا ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر اٹی کو یاد کرنے لگتے ہیں۔ یہ بڑے ہو کر کیا کریں گے۔ بشیر! تم اٹی جان کو بھی ساتھ کیوں نہیں لے آتے؟

بشیر : (بیسورتے ہوئے) جی وہ مجھے سکول کے گیٹ پر چھوڑ کر چلی جاتی ہیں۔

نومی : (غصے سے) تو اٹی سے کہو کہ وہ تمہارے منہ میں ایک پوسنی بھی دے دیا کریں۔ کتنا کہیں کا۔ تم بڑے ہو کر خاک وطن کی خدمت کرو گے۔ خیر دار، جواب اٹی کا نام لیا۔ بیٹھ جاؤ۔ (بشیر بیٹھ جاتا ہے)

عزیز : ماسٹر جی! رشید نے پھر میری دوات سے ڈوبا لیا ہے۔ نومی : (غصے سے) بید میز پر مار کر! خاموش، اُف! تم بچوں نے تو میرا ناک میں دم کر دیا ہے۔ میرا دماغ چکرانے لگا ہے (آواز دوسے کر) سعید!

سعید : جی جناب!

نومی : ذرا یہاں آکر میرا سر دباؤ۔

سعید : اچھا ماسٹر جی (سعید قریب جا کر نومی کا سر دبانے لگتا ہے)

آئے تو مُرغا بنا دوں گا۔

(پنگو لپک کر سیٹ پر بیٹھ جاتا ہے)

نومی: ادھر آؤ پنگو۔

(پنگو قریب آتا ہے)

نومی: (اس سے گتائے کر) تمہیں ابھی تک معلوم نہیں کہ

کلاس روم میں گتا نہیں پڑا کرتے۔ ہیں؟

پنگو: جی غلطی ہو گئی ماسٹر جی!

نومی: (گتا چوستے ہوئے) خبردار جو آئندہ ایسی غلطی کی جاؤ
بیٹھ جاؤ۔

(پنگو بیٹھ جاتا ہے)

نومی: لوگو! جغرافیہ کی کتاب نکالو۔

(طالب علم جغرافیہ کی کتاب نکالتے ہیں)

نومی: عزیز!

عزیز: جی ماسٹر جی۔

نومی: یہ بتاؤ، رینڈیر کہاں پائے جاتے ہیں؟

عزیز: جی!

نومی: میں پوچھتا ہوں، رینڈیر کہاں پائے جاتے ہیں؟

عزیز: وہ کیا ہوتے ہیں ماسٹر جی؟

نومی: لا حول ولا قوۃ۔ ادھر آؤ۔

(عزیز پاس آتا ہے)

نومی: (کان کھینچ کر) تم گھر پر پڑھتے ہو یا سارا دن اخروٹ

کھیتے ہو؟

عزیز: ہائے ماسٹر جی۔

نومی: بتاؤ، رینڈیر کہاں پائے جاتے ہیں؟

پنگو: (ہاتھ اٹھا کر) میں بتاؤں ماسٹر جی؟

نومی: بتاؤ۔

پنگو: (کھڑے ہو کر) رینڈیر کے درخت چھانگا مالگامیں پائے

جاتے ہیں۔ ان کے پتے بکریاں بڑے شوق سے کھاتی

ہیں۔

نومی: (میز پر بید مار کر) تم بھی ادھر آ جاؤ اور دونوں کان پکڑ

لو۔

(پنگو قریب آتا ہے اور دونوں مُرغا بن کر کان پکڑ

لیتے ہیں)

نومی: (میز پر بید مار کر) لوگو! اور کسی کو معلوم ہے کہ رینڈیر

کہاں پائے جاتے ہیں؟

دب لڑکے جواب دینے کی بجائے اپنی اپنی پنجوں

پر کان پکڑ کر مُرغا بن جاتے ہیں)

نومی: لا حول ولا قوۃ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو بھی معلوم

یہ میں خود اسے لے کر آیا ہوں۔ (طالب علم سے) سلام
کرو ماسٹر جی کو۔

لالی : سلام ماسٹر جی۔

نومی : (سنجیدگی سے عینک انداز کر پیشے صاف کرتا ہے) مجوزہ!
بات یہ ہے قبلہ کہ لالی ہر روز لیٹ آتا ہے۔ میں نے تو
اب اس کی حاضری لگانی ہی چھوڑ دی ہے۔

باپ : ایسا غضب نہ کریں ماسٹر جی! میرے ننھے ننھے کا مستقبل
تباہ ہو جائے گا۔

نومی : اب آپ ہی بتائیے میں کیا کروں پھر؟

باپ : (ڈبیا بڑھا کر) پان سے شوق کیجیے۔

نومی : شکریہ! سونف بھی عنایت کیجیے ذرا۔

باپ : یہ لیجیے قبلہ، یہ لیجیے۔ بس حضور کیا عرض کریں۔ آج
کل کے ننھے بالکل گننے میں نہیں آتے۔ اس بار اسے
معاف کر دیجیے۔ آئندہ ایسا ہرگز نہیں کرے گا۔

نومی : خیر۔ اب آپ ایسے بزرگ ساتھ آتے ہیں تو معاف
کیے دیتا ہوں (لالی سے) ڈسک پر بیٹھ جا کر۔

(لالی ڈسک پر جا کر بیٹھ جاتا ہے۔ اس کا باپ میز
پر رکھی ہوئی ریپڈیوں میں سے ایک ریپڈی اٹھا کر
(کھتا ہے)

نہیں۔ چھوڑ دو کان بد تمیزو، چھوڑ دو کان۔

(سب بچے کان چھوڑ دیتے ہیں۔ پنکو اور عزیز بھی
کان چھوڑ کر ڈسک پر جا کر بیٹھ جاتے ہیں)

بشیر : (کھڑے ہو کر) ماسٹر جی! اب آپ ہمیں بتا دیجیے کہ
رینڈیر کہاں پائے جاتے ہیں۔ ہم کھنڈ لیں گے۔

نومی : (کان کھجا کر) رینڈیر؟ ہوں۔ رینڈیر۔ بیٹھ جاؤ۔ کل
معلوم کر کے آؤں گا تو بتا دوں گا۔ اتنی جلدی بھی کیا ہے
(سب لڑکے ہنستے ہیں)

نومی : (میز پر ہید مار کر) خاموش!

(اتنے میں ایک بچہ اپنے باپ کی اٹھلی پکڑے اندر
داخل ہوتا ہے۔ ننھے کے گلے میں لبتا ہے اور وہ

اندر آنے سے گریز کر رہا ہے۔ باپ پان چبا رہا
ہے۔ عینک لگی ہے۔ ہاتھوں میں چھتری ہے۔ وہ
ننھے کو اندر کھینچ کر کہتا ہے)

باپ : آداب عرض ہے قبلہ ماسٹر صاحب۔
نومی : آداب عرض! فرمائیے قبلہ!

باپ : قبلہ! میں اپنے ننھے لالی کو لے کر آیا ہوں۔ آج اسے
دیہر جو گئی۔ معاف کر دیجیے۔ دراصل یہ میرے بالوں میں

نضاب لگا رہا تھا اور سکول آنے سے ڈر رہا تھا، اس

لیے میں خود اسے لے کر آیا ہوں۔ (طالب علم سے) سلام کرو ماسٹر جی کو۔

لالی: سلام ماسٹر جی۔

نومی: (سنجیدگی سے عینک اُتار کر شیشے صاف کرتا ہے) ہونہ! بات یہ ہے قبلہ کہ لالی ہر روز لیٹ آتا ہے۔ میں نے تو اب اس کی حاضری لگانی ہی چھوڑ دی ہے۔

باپ: ایسا غضب نہ کریں ماسٹر جی! میرے بچے کا مستقبل تباہ ہو جائے گا۔

نومی: اب آپ ہی بتائیے میں کیا کروں پھر؟

باپ: (ڈبیا بڑھا کر) پان سے شوق کیجیے۔

نومی: شکریہ! شوق بھی عنایت کیجیے ذرا۔

باپ: یہ کیجیے قبلہ، یہ کیجیے۔ بس حضور کیا عرض کروں۔ آج کل کے بچے بالکل کتنے میں نہیں آتے۔ اس بار اسے معاف کر دیجیے۔ آئندہ ایسا ہرگز نہیں کرے گا۔

نومی: خیر۔ اب آپ ایسے بزرگ ساتھ آتے ہیں تو معاف کیے دیتا ہوں (لالی سے) ڈسک پر بیٹھو جا کر۔

(لالی ڈسک پر جا کر بیٹھ جاتا ہے۔ اس کا باپ میز پر کبھی ہوتی ریوڑیوں میں سے ایک ریوڑی اٹھا کر کھاتا ہے)

نہیں۔ چھوڑ دو کان بدتمیزو، چھوڑ دو کان۔

(سب بچے کان چھوڑ دیتے ہیں۔ پنکو اور عزیز بھی)

کان چھوڑ کر ڈسک پر جا کر بیٹھ جاتے ہیں)

بشیر: (کھڑے ہو کر) ماسٹر جی! اب آپ ہمیں بتا دیجیے کہ رینڈیر کہاں پائے جاتے ہیں۔ ہم کھالیں گے۔

نومی: (کان کھجا کر) رینڈیر؟ ہوں۔ رینڈیر۔ بیٹھ جاؤ۔ کل معلوم کر کے آؤں گا تو بتا دوں گا۔ اتنی جلدی بھی کیا ہے (سب لڑکے ہنستے ہیں)

نومی: (میز پر سیدھا کر) خاموش!

اتنے میں ایک بچہ اپنے باپ کی انگلی پکڑے اندر داخل ہوتا ہے۔ بچے کے گلے میں لہر ہے اور وہ

اندر آنے سے گریز کر رہا ہے۔ باپ پان چبارہا

ہے۔ عینک لگی ہے۔ ہاتھوں میں چھتری ہے۔ وہ

بچے کو اندر کھینچ کر کہتا ہے)

باپ: آداب عرض ہے قبلہ ماسٹر صاحب۔

نومی: آداب عرض! فرمائیے قبلہ!

باپ: قبلہ، میں اپنے بچے لالی کو لے کر آیا ہوں۔ آج اسے

دیر ہو گئی۔ معاف کر دیجیے۔ دراصل یہ میرے بالوں میں

خضاب لگا رہا تھا اور سکول آنے سے ڈر رہا تھا، اس

نومی: بچے ہو کر بڑوں ایسی باتیں کرتے ہو؟ بس ہم نے تمہاری
ٹیوشن لگا دی ہے۔ سمجھے؟

بشیر: (سہم کر) سمجھ گیا ماسٹر جی۔

نومی: عزیز بیٹا! کر لیے گوشت لانا مت بھولنا۔

عزیز: اچھا ماسٹر جی۔

نومی: اور رشید بیٹا! تم منڈے گوشت لانا نہ بھولنا۔

دشید: بہت اچھا ماسٹر جی!

(راتنے میں چھٹی کی گھنٹی بجتی ہے۔ بچے شور مچاتے

ہوئے اٹھتے ہیں)

نومی: (میز پر بید مار کر) خاموش۔ قطار باندھ کر جاؤ۔

(طالب علم قطار باندھ کر، سر جھکائے کلاس روم

سے نکل جاتے ہیں۔ نومی دروازے بند کر کے میز

پر رکھی ہوئی روڑیاں جلدی جلدی جیب میں ڈال کر

کڑی پر بیٹھ کر گنا چڑھنے لگتا ہے)

باپ: ایک ریوڑی کھا سکتا تجوں قبلہ؟

نومی: شوق سے۔ شوق سے۔

باپ: (ریوڑی ٹھڈ میں ڈال کر) شکریہ شکریہ۔ تو پھر اجازت دیجیے

آداب۔

نومی: آداب!

(باپ عینک ٹھیک کرنا چھڑی ہلاتا باہر نکل جاتا ہے)

نومی: (سعید سے جو سر دیا رہا ہے) ارے آہستہ آہستہ۔ اپنا سر

سمجھ کر دباؤ کم بخت۔

سعید: اچھا جی۔

نومی: اب ذرا مالش بھی کر دو لگے ہاتھوں۔

(سعید پورے زور سے سر کی مالش شروع کرتا ہے۔

نومی کا سارا بدن ہلنے لگتا ہے۔)

نومی: (گہرا کر) بس بس۔ تم نے تو میرے سارے پُرنے

ڈھیلے کر دیے۔ بیٹھ جاؤ۔ (آواز دے کر) بشیر!

بشیر: جی ماسٹر جی۔

نومی: تم انگریزی اور خزانے میں بہت کمزور ہو۔ کل سے تم میرے

گھر آ کر ایک گفتا پڑھا کرو۔ کل سے میں نے تمہاری ٹیوشن

لگا دی ہے۔ تم ہر بیٹے مجھے پندرہ روپے فیس دیا کرو گے۔

بشیر: (حیران ہو کر) جی میں اتنی جان سے پوچھ لوں۔

نورین، رختی، سبھی لاہور چلی گئی ہیں۔

چٹوں: میں تو یہاں بور ہو گیا ہوں۔

پسکی: میں خود اپنی سہیلیوں کے بغیر اُداس ہو گئی ہوں۔

چٹوں: لیکن انکل کو واپس جانے پر کیسے راضی کریں؟

پسکی: وہ تو ہماری بات ہی نہیں سنتے۔ جب بھی لاہور چلنے

کو کہا، یہی کہتے ہیں کہ ابھی تمہاری ایک ماہ کی چھٹیاں

رہتی ہیں۔ ایک مہینے کے بعد لاہور چلیں گے۔

چٹوں: (اُٹھ کر ٹھلے ٹوٹے) مگر ایک مہینہ اس پہاڑ پر کیسے

گزاریں گے؟ نہ کوئی دوست۔ نہ کیسل کُود۔

بچا کے کھنکارنے اور دُور سے چٹوں کو پکارنے

کی آواز آتی ہے)

پسکی: انکل آ رہے ہیں۔ تم ایک بار پھر انہیں لاہور چلنے کے

لیے کہو۔

چٹوں: وہ نہیں مانیں گے پسکی! کبھی نہیں مانیں گے۔

پسکی: تم کہہ کے تو دیکھو۔

چٹوں: دیکھ لیتا ہوں۔

(بچا آتے ہیں۔ پروفیسروں کا سالا باس ہے)

بچا: ارے بھئی، تم لوگوں نے ابھی ہوم ٹاسک ختم نہیں کیا؟

چٹوں: ہوم ٹاسک تو ہم نے پچھلے ہفتے ہی ختم کر دیا تھا انکل!



بھوت گھر

پہلا منظر

(چٹوں اور پسکی کمرے میں کھڑکی کے پاس بیٹھے سکول

کا کام کر رہے ہیں)

چٹوں: (کتاب بند کر کے) میں تو اس پہاڑ پر رہتے رہتے تنگ

آ گیا ہوں پسکی!

پسکی: (کتابی بند کر کے) ہم نے سکول کا سارا کام بھی ختم کر لیا

ہے مگر انکل واپس لاہور جانے کا نام ہی نہیں لیتے۔

چٹوں: میرے سکول کے سارے دوست لاہور واپس جا چکے

ہیں۔

پسکی: میری بھی تو کوئی سہیلی یہاں نہیں رہی۔ روشنی، منو،

چچا : بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟ تمہیں کس کے ساتھ واپس
 بھیجوں ؟ ہرگز نہیں ۔ ہرگز نہیں ۔ میاں ، تم لوگوں کو تو
 پورا ایک مہینہ یہاں رہنا ہوگا اور پھر میں نے اس
 کو کھٹی کا اگلے مہینے کا کرایہ بھی تودے دیا ہے ۔ وہ میں
 کیسے چھوڑ دوں ؟ ہیں ؟
 (دونوں ٹٹھلکائے بیٹھے ہیں ۔ چچا جاتے ہوئے
 کہتے ہیں :)

چچا : ماشاء اللہ پہاڑ پر رہ کر تم دونوں کی صحت کتنی اچھی ہو
 گئی ہے ۔ اچھا ، میں ذرا لاتریری تک جا رہا ہوں اور
 ہاں ، بابا عبدال سے کہنا شام کی چائے ہم اکٹھی پئیں
 گے ۔

(چچا جاتے ہیں ۔ دونوں بہن بھائی سر جوڑ کر بیٹھ
 جاتے ہیں)

چٹنوں : میں نے کہا تھا کہ انکل ہماری بات نہیں مانیں گے ۔
 پنکی : (سانس لے کر) تو پھر اب کیا کیا جائے ؟
 چٹنوں : کرنا کیا ہے ۔ بس چپ چاپ ایک مہینہ یہاں پڑے
 رہو ۔

پنکی : مگر مجھے اپنی سہیلیاں یاد آتی ہیں ۔
 چٹنوں : مجھے اپنے دوست یاد آتے ہیں ۔

چچا : بہت خوب ۔
 پنکی : اب تو کوئی کام نہیں رہا انکل !
 چچا : بہت خوب (ٹیلیف میں سے کتاب تلاش کرتے ہوئے)
 تو بھئی باہر میاڈ کی سیر کو نکل جایا کر دیکرے میں بند
 کیوں بیٹھے رہتے ہو ۔ آخر کوہ مری کس لیے آئے ہو ؟
 پنکی : انکل ! میں تو پہاڑوں سے تنگ آگئی ہوں ۔
 چچا : (ہنس کر) بھلا پہاڑ کی ٹھنڈی ہواؤں سے بھی کوئی تنگ
 آتا ہے ۔
 پنکی : میں کھیلوں کس سے ؟ میری تو ساری سہیلیاں لاہور چلی
 گئی ہیں ۔

چٹنوں : اور میرے بھی دوست واپس چلے گئے ہیں ۔ انکل !
 ایک بات مانیں گے ؟

چچا : (کتاب کھول کر ورق اٹھاتے ہوئے) کیا ؟
 چٹنوں : ہمیں واپس لاہور لے چلیے ۔ ہم یہاں بور ہو گئے ہیں ۔
 چچا : ارے میاں ! اتنا اچھا موسم چھوڑ کر لاہور کی گرمی میں
 جانا چاہتے ہو ؟ کیا ٹھنڈی ہوا نہیں ہیں ۔ جگہ جگہ چشمے
 بہتے ہیں ۔ پھول کھلے ہیں ۔ نہ بھئی نہ ہیں تو یہ ٹھنڈی
 ہوا نہیں چھوڑ کر لاہور کی مصلوب میں جلنے نہیں جاؤں گا ۔
 پنکی : تو پھر انکل ، ہمیں لاہور بھیج دیجیے ۔

دوسرا منظر

(میز پر چائے لگی ہے۔ بابا عبدل بسکٹ اور

پھل رکھ رہا ہے۔ چچا اخبار پڑھ رہے ہیں)

چچا: عبدل! یہ چٹنوں، پکی کہاں ہیں؟

بابا: اپنے کمرے میں بیٹھے پڑھ رہے تھے جی۔

چچا: بھئی، انھیں بلاؤ نا۔ چائے نہیں پینیں گے کیا؟

(پکی اور چٹنوں آتے ہیں)

بابا: لیجیے۔ دونوں آگئے۔ آؤ، میٹھا، آؤ۔ چائے ٹھنڈی ہو

رہی تھی۔

چچا: بھئی، یہ تم ہر وقت کمرے میں بند کیوں رہتے ہو؟

ذرا سیر کو بھی پہلے جایا کرو۔

(پکی اور چٹنوں کمرے پر بیٹھ جاتے ہیں)

پکی: انکل، آج میں سیر کرنے گئی تھی۔

چچا: (خوش ہو کر) شاباش! اور تم چٹنوں؟ تم بھی گئے

تھے سیر کو؟

چٹنوں: ہاں انکل! ہم دونوں گئے تھے اوپر والے چننے تک

سیر کی ہم نے۔

چچا: شاباش! بس اب تمہارا دل یہاں لگ جائے گا اور

پھر سیر کرنے سے محنت بڑی اچھی ہو جاتی ہے۔

پکی: ہائے اللہ! انکل کو کون سمجھائے؟

چٹنوں: (کچھ سوچ کر ایک دم چٹکی بجاتا ہے) آگئی۔ آگئی۔

آگئی۔

پکی: (نہج بے) آگئی؟ کون آگئی؟

چٹنوں: ترکیب آگئی۔

پکی: مگر کون سی ترکیب؟

چٹنوں: لاہور واپس جانے کی ترکیب۔

پکی: تمہاری کوئی ترکیب نہیں چلے گی یہاں۔ انکل کبھی راضی

نہیں ہوں گے۔

چٹنوں: خدا کی قسم اگر میری ترکیب چل گئی تو ہم پرسوں لاہور

ہوں گے۔

پکی: (خوش ہو کر) سچ؟

چٹنوں: بالکل سچ۔

پکی: ہائے اللہ! جلد ہی بتاؤ۔ کون سی ترکیب ہے وہ؟

چٹنوں: بڑے زور کی ترکیب ہے۔ کان ادھر کرو۔

(پکی کان آگے کرتی ہے۔ چٹنوں اس کے کان

میں بڑبڑاتا ہے۔ پھر ہنستا ہے۔ پکی حیرانی اور

خوشی سے اسے تکتی ہے)

بڑے بھوت کی کیا مجال جو اس کوٹھی میں پاؤں رکھے۔
 چٹوں : اٹکل ! ہمیں تو ابھی سے ڈرگئے لگا ہے۔
 پتی : ہاں اٹکل ! مانا کہتی تھی۔ میں سچ کہہ رہی ہوں۔
 چٹا : بالکل جھوٹ بولا ہے اس نے۔ میں کل جا کر اس کی
 خبر لوں گا۔ تم بے فکر ہو کر سونا۔ بھوت کیا بھوت
 کا باپ بھی ہو تو میری شکل دیکھ کر بھاگ جائے گا۔
 ہاں۔ تو بسٹ کھاؤ۔
 چٹوں اور پتی بسٹ اٹھاتے ہیں اور ایک
 دوسرے کو دیکھ کر مسکراتے ہیں)

تیسرا منظر

(رات۔ سونے کا کرا۔ کھڑکی بند ہے۔ دروازے
 کا پردہ گرا ہوا ہے۔ پلنگ پر بچا لیٹے کتاب
 پڑھ رہے ہیں۔ میز پر دودھ کا گلاس رکھا ہے
 ٹیبل لیمنپ جل رہا ہے۔ میز کے بالکل ساتھ
 ہی ایک اور دروازہ ہے جس پر پردہ پڑا ہوا
 ہے۔ آتش دان کے پاس تپائی پر فون رکھا
 ہے۔ بچا لیٹے لیٹے ہاتھ بڑھا کر دودھ کا گلاس
 اٹھاتے ہیں۔ پھر ایک گھونٹ پنی کر گلاس میز

چٹوں : اٹکل ! وہ..... وہ ساتھ والی کوٹھی کی ماما ہے نا۔
 چٹا : ہاں ہاں۔
 پتی : وہ — وہ کہہ رہی تھی کہ....
 چٹا : (چائے پاتے ہوئے) کیا کہہ رہی تھی وہ؟
 چٹوں : کچھ نہیں اٹکل ! ہم سیر کر کے واپس آ رہے تھے کہ
 راستے میں مل گئی کھنڈ لگی ہماری کوٹھی میں رات کو
 بھوت تنگ کرتے ہیں۔
 چٹا : (اتقہہ لگا کر) پاگل ہو گئی ہے وہ۔
 پتی : (ڈرتے ہوئے) اٹکل ! وہ کہہ رہی تھی کہ یہ بھوت
 ہماری کوٹھی میں بھی آ جائیں گے۔
 چٹوں : ہاں اٹکل ! مانا کہہ رہی تھی۔
 چٹا : پاگل ہو گئی ہے بڑھیا۔ کیوں عبیل ! اس کا دماغ ٹھیک
 ہے کیا؟
 بابا : کرک عورت ہے جی وہ؟
 چٹا : ہاں ہاں۔ بھلا یہاں بھوتوں کا کیا کام۔ اور پھر ہم کوئی
 بھوتوں سے ڈرتے ہیں۔ جس بھوت کو آنا ہے آ کر
 دیکھ لے۔ خدا کی قسم ذرا زور سے آہوں کر کے کھانوں
 گا تو فوراً ڈر کر بھاگ جائے گا۔
 بابا : کیوں نہیں صاحب ! ماشاء اللہ ! آپ کے ہوتے

پر رکھ دیتے ہیں۔

چچا : سبحان اللہ ! کیسا خالص دودھ ہے۔

(دروازے کے پردے کے پیچھے سے

بھوت کا ہاتھ نکلتا ہے اور میز پر سے دودھ

کا گلاس اٹھا کر چائے کا کپ رکھ دیتا ہے۔

چچا بے خیالی میں بغیر ادھر دیکھے ہاتھ بڑھا کر

کپ اٹھا کر منہ سے لگاتے ہیں۔)

چچا : (چونک کر) چائے ! (کپ دیکھ کر) ہائیں ! ابھی

تو میں نے گلاس میں دودھ پیا تھا۔ یہ چائے کا پیالہ

کہاں سے آگیا۔ (حیرانی سے) یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

نہیں نہیں۔ میں نے پہلے بھی چائے پی تھی۔ عبدل

آج دودھ کے بجائے چائے کا کپ رکھ گیا ہے۔

چلو، چائے ہی سہی۔

(ایک گھونٹ پی کر کپ دوبارہ میز پر رکھ دیتے

ہیں اور پڑھنے لگتے ہیں۔ پردے کے پیچھے سے

پھر اسی بھوت کا ہاتھ نمودار ہوتا ہے اور کپ

اٹھا کر دودھ کا گلاس رکھ دیتا ہے۔ چچا ہاتھ

بڑھا کر دودھ کا گلاس اٹھاتے ہیں اور پڑھتے

پڑھتے بے دھیانی میں گلاس منہ سے لگاتے ہیں)

چچا : (چونک کر) ہائیں ! پھر وہی دودھ کا گلاس ! (حیرت

سے) یا اللہ ! یہ کیا ماجرا ہے ! ابھی تو یہاں چائے

کا پیالہ رکھا تھا۔ (سوچ کر) نہیں نہیں۔ مجھے غلطی

ہوتی ہے۔ پہلے بھی دودھ کا گلاس ہی تھا۔ (منہ کر)

میں بھی کتنا الجھلکڑ ہوں۔

(مزے مزے دو ایک گھونٹ پی کر گلاس میز

پر رکھ دیتے ہیں اور پڑھنے لگتے ہیں۔ پردے

کے پیچھے سے بھوت کا ہاتھ ایک بار پھر نمودار

ہوتا ہے اور دودھ کا گلاس اٹھا کر پانی کا گلاس

رکھ دیتا ہے۔ چچا اپنے دھیان میں گلاس اٹھا

کر پھر منہ سے لگاتے ہیں اور گھونٹ بھرتے

ہیں۔)

چچا : (حیرت سے اٹھ کر) ہائیں ! یہ پانی کا گلاس کہاں

سے آگیا ! ابھی تو اس میں دودھ تھا۔ (مبرا کر)

کبھی دودھ کا گلاس۔ کبھی چائے کا کپ۔ کبھی پانی

کا گلاس۔ یا اللہ ! یہ کیا ہو رہا ہے !

(فون کی گھنٹی بجتی ہے۔ چچا اٹھ کر جاتے ہیں۔

فون کا چونکا اٹھاتے ہیں۔ پردے کے پیچھے

سے بھوت نکلتا ہے اور لپک کر چچا کے بستر

پر کھل اڑدے کہ ایک جانب اس طرح سو جانا ہے کہ معلوم نہیں ہوتا۔

چچا : ہیلو ! ہیلو ! رنگ نمبر (واپس پلٹ کر) کم بخت آدھی رات کو بھی چین نہیں لینے دیتے۔

(بستر پر آکر لیٹ جاتے ہیں اور آدھا کھل اڑدے لیتے ہیں اور کتاب کھول کر دوبارہ پڑھنے لگتے ہیں۔ پھر پلیٹ میں سے بسکٹ اٹھا کر آدھا

کھاتے ہیں اور باقی وہیں رکھ دیتے ہیں پرے کے پیچھے سے بھوت نمبر کا ہاتھ نکلتا ہے اور

آدھا بسکٹ اٹھا کر لے جاتا ہے۔ چچا دوسری بار ہاتھ بڑھاتے ہیں تو بسکٹ غائب ہوتا ہے)

چچا : ارے ! بسکٹ کون لے گیا؟ (حیرانی سے ادھر ادھر دیکھ کر) یہ آج کیا تماشا ہو رہا ہے !

(ڈبے میں سے سارے بسکٹ نکال کر پلیٹ میں رکھتے ہیں اور ایک منہ میں ڈال کر کتاب پڑھنے لگتے ہیں۔ پردے میں سے بھوت نمبر کا ہاتھ

باہر آتا ہے اور بسکٹ کی پلیٹ اٹھا کر اس کی جگہ گڑی کے ٹکڑوں سے بھری پلیٹ رکھ دیتا ہے۔

چچا اپنے دھیان میں ہاتھ بڑھا کر گڑی کا

ٹکڑا اٹھا کر منہ میں ڈالتے ہیں اور فوراً تھو تھو کر کے پھینک دیتے ہیں)

چچا : یہ گڑی کے بسکٹ کہاں سے آگئے؟ بسکٹوں کی پلیٹ کون لے گیا؟ (سوچ کر) میرا خیال ہے مجھے ہی کچھ غلطی لگ رہی ہے آج۔ شاید یہ زیادہ جاگنے کی وجہ سے ہے۔ اب سو جانا چاہیے۔

(کتاب پرے رکھ کر ٹیبل لیپ کا بٹن دباتے ہیں۔ بقی بچھ جاتی ہے۔ لیکن اچانک ٹیک کی آواز سے پھر روشن ہو جاتی ہے۔ دو تین بار ایسا

ہوتا ہے)

چچا : (سر جھٹک کر) میرا خیال ہے ٹیبل لیپ کا سوچ خراب ہو گیا ہے۔ چلو بچی جلا کر ہی سو جاتے ہیں۔

(کھل اڑدے کر سو جاتے ہیں۔ اچانک کھل منہ سے ہٹا کر خوف زدہ ہاتھوں سے بستر کے اوپر ٹٹولتے ہیں)

چچا : (دہشت سے) یہ..... یہ کس کا بازو ہے! میرا بازو تو یہ ہے۔ پھر یہ..... یہ کھل کے اندر کس کا بازو ہے۔

یہ..... یہ ٹانگ تو میری ہے۔ پھر..... پھر کھل کے اندر کس کی ٹانگ ہے! یا اللہ! کہیں کہیں ساتھ دلی

شک ہے۔

بھوت نمبر ۲: میں شوں شوں شک بھوت کا بھائی فون فون
فک ہوں۔

(دونوں بھوت پردوں کے پیچھے چھپے ہوئے ہیں
ایک میز والے پردے کے پیچھے اور دوسرے دروازے
والے پردے کے پیچھے۔ مٹی چچا کی آنکھوں کے
سامنے جھول رہی ہے اور وہ دم بخود پلنگ پر
بیٹھے کانپ رہے ہیں)

بچا: بھوت! بھوت! تم بھوت!

بھوت نمبر ۱: ہاں! ہم بھوت ہیں۔ ہم اس پہاڑ پر گرمیاں
گزارنے آئے ہیں۔ ہم نے کوٹھی کو اپنے لیے پسند
کیا ہے۔ ہا ہا ہا!

بھوت نمبر ۲: اب تمہیں اس کوٹھی میں نہیں رہنے دیا جائے
گا۔ یہاں سے فوراً بھاگ جاؤ۔ ہا ہا ہا۔

بھوت نمبر ۱: اگر تم یہاں رہے تو ہم اس کوٹھی کو آگ لگا
دیں گے، کیوں بھائی فون فون شک!

بھوت نمبر ۲: ٹھیک ہے بھائی شوں شوں شک!

بچا: بھوت! بھوت بھائی! کیا تم کسی اور کوٹھی میں نہیں
جا سکتے؟

کوٹھی کا بھوت تو یہاں نہیں آگیا۔ نہیں نہیں۔ میرا
دامغ خراب ہو گیا ہے۔ بستر پر سوائے میرے اور
کوئی نہیں۔

(فون کی گھنٹی بجتی ہے "آؤہ" کہہ کر بستر سے
اٹھتے ہیں اور فون کی طرف جاتے ہیں۔ بھوت
نمبر ۱ فوراً بستر سے اٹھ کر سامنے دروازے کے
پردے کے پیچھے چھپ جاتا ہے)

بچا: (ریسیور اٹھا کر) آؤہ! بھئی، ایک بار کہہ جو دیا رکھنے
سجھے!

(ازور سے ریسیور رکھ کر واپس بستر پر آکر لیٹ
جاتے ہیں اور ٹیلی ویژن کا بلب ہی اُتار دیتے
ہیں۔ کمرے میں اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اچانک دو
بھوتوں کے یکے بعد دیگرے قہقہوں کی آوازیں
گونجتی ہیں اور ساتھ ہی بچا کے بستر پر ایک ربڑ
کا سانپ اچھل کر گرتا ہے۔ چچا بیچ مار کر گریں پے
پھینک دیتے ہیں۔ اچانک ایک کھانا ناٹی
ان کے آگے لٹکتی لگتی ہے۔ ساتھ ہی بھوت نمبر ۱
کی آواز بلند ہونے لگتی ہے)

بھوت نمبر ۱: ہا ہا ہا۔ ہم بھوت ہیں۔ میرا نام شوں شوں

بھوت نمبر ۱ : (چخ کر) ہرگز نہیں۔ ہم یہاں سے کہیں نہیں جائیں گے۔

(میز کے عقبی دروازے سے بھوت کا خوف ناک ہاتھ نکلتا ہے اور چچا کی گردن پر پھرنے لگتا ہے)

چچا : یا اللہ خیر! جل تو جلال تو آتی بلا ٹال تو!

بھوت نمبر ۱ : (ہاتھ پھیرتے ہوئے) بولو! کیا کہتے ہو؟

چچا : ج ج ج جاؤں گا۔

بھوت نمبر ۲ : ابھی اسی وقت!

چچا : (سہم کر) ابھی۔ اسی وقت۔

بھوت نمبر ۱ : یا یا یا! ہم اب پہاڑوں کے اوپر جا رہے ہیں۔ صبح اپنا سامان لے کر اپنی بڑی بڑی دیگیں، بڑی بڑی تھالیاں اور بڑے بڑے گلاس لے کر آجائیں گے۔ یاد رہے۔ کوٹھی خالی ہو۔

بھوت نمبر ۲ : صبح تک کوٹھی خالی ہو۔

چچا : ضرور۔ ضرور خالی ہوگی بھوت بھائی۔ ضرور خالی ہوگی۔

(دونوں بھوت لمعے لگاتے ہیں۔ قہقہے آہستہ آہستہ فیلڈ آؤٹ ہو جاتے ہیں۔ تلی بھی غائب ہو جاتی ہے۔ چچا گہرا کر اُسکتے ہیں اور فوراً اپنی

کتابیں کپڑے وغیرہ جمع کرتے ہیں۔ پھر لپک کر دروازے کی طرف جاتے ہیں)

چوتھا منظر

(اپنے کمرے میں چٹوں اور پکی جلدی بھوتوں کے کالے چنچے وغیرہ اتار کر چھپاتے ہیں۔ دروازے پر دھتک ہوتی ہے)

چچا کی آواز : چٹوں! پکی!

چٹوں : (سہم کر) چچا آگئے۔

پکی : (سہم کر) کوٹھی خالی ہونے لگی ہے۔

(دونوں بھوتوں کا لباس پلنگ کے نیچے پھینک کر دروازہ کھولتے ہیں۔ چچا بڑے اطمینان سے کھڑے ہیں)

چچا : بیٹے جلدی سے سامان پیک کر دو۔ ہم ابھی لاہور جا رہے ہیں۔

چٹوں : ابھی انکل!

چچا : ہاں بھئی ابھی۔

پکی : مگر انکل! آپ تو کہتے تھے ابھی ہمیں ایک مینہ رہنا ہے۔



انوکھی دعوت

(ڈرائیونگ روم۔ سامنے ایک کھڑکی۔ پہلو میں ایک ایک دروازہ۔ دونوں دروازوں پر پردے پڑے ہیں۔ درمیان میں میز ہے جس کے ارد گرد پانچ چھ کرسیاں لگی ہیں۔ کارنس پر ٹائم پیس رکھا ہے۔ اوپر تصویر لگی ہے۔ چٹوں اور پینکی ایک کھوکھا اٹھا کر لاتے ہیں۔ جس کی شکل جوبہو ریفریجریٹر سے ملتی ہے۔)

چٹوں: بس ٹھیک ہے۔ اسے کونے میں رکھ دیتے ہیں۔
پینکی: اوپر گل دان سجا دیتے ہیں۔ (گل دان رکھتی ہے)

چچا: بھئی ضرور رہتا لیکن ابھی ابھی لاہور سے فون آیا ہے کہ صبح دفتر میرا پہنچنا بہت ضروری ہے۔ بس اب تم جلدی جلدی سامان باندھ لو۔ ہم صبح کی پہلی بس سے لاہور جا رہے ہیں۔
(خوش ہو کر) بہت اچھا اکل! ہم ابھی سامان

باندھ لیتے ہیں۔
(چچا جاتے ہیں۔ چٹوں اور پینکی ہنس کر ایک دوسرے سے ہاتھ ملاتے ہیں)

چٹوں: (آواز بدل کر) میں بھوت نمبر ۱ ہوں فون فون نک۔
پینکی: (آواز بدل کر) میں بھوت نمبر ۲ ہوں شوں شوں شک۔
(دونوں ہنسی خوشی سامان باندھنے لگتے ہیں)

(پردہ گرتا ہے)

ہے) اچھو! (پھر چھینکتا ہے) آ آ اچھو!
چٹوں: خدا کے لیے بابا، مہانوں کے سامنے نہ چھینکنا۔
اچھو: فکر نہ کرو چٹوں میاں! کرنل صاحب کے ہاں دس
برس نوکری کی ہے۔ کیا مجال جو مہانوں کے آگے ایک
بھی چھینک آئی ہو۔ (زور سے چھینکتا ہے) آ آ اچھو!
پنکی: میر صاحب کے ہاں سے چائے کا سیٹ لے آئے
تھے؟

اچھو: لے آیا تھا بی بی جی!
چٹوں: ملک صاحب کے ہاں سے شیشے کے گلاس اور جگ
بھی لے آئے تھے؟
اچھو: لے آیا ہوں چٹوں میاں! پردہ کہہ رہے تھے کہ
گلاس اور جگ ذرا جلدی فارغ کر کے بھیج دیتا ہوں
بھی مہان آ رہے ہیں۔

پنکی: بھیج دیں گے۔ ایسی بھی کیا جلدی ہے۔
چٹوں: ہاں ہاں۔ ہم سے چیزیں نہیں لے جاتے وہ؟
اچھو: وہ تو ٹھیک ہے چٹوں میاں۔ پر ملک صاحب کتے
ہیں کہ واٹر سیٹ بہت مہنگا ہے۔
پنکی: مہنگا ہے تو کیا ہوا۔ بھلا ہم نے کبھی ایسا سیٹ
نہیں دیکھا!

چٹوں: ٹھیک ہے۔ میں نے کوٹھیوں میں دیکھا ہے کہ فرج
کے اوپر گلدان رکھنے ہوتے ہیں۔
پنکی: لیکن اگر کسی نے اس کا دروازہ کھول دیا تو بڑی بکری
ہوگی۔ کیوں کہ اندر سے تو یہ بالکل خالی ہے۔
چٹوں: (آواز دے کر) اچھو بابا!
اچھو: (صرف آواز آتی ہے) آیا بی بی جی!
پنکی: ریڈیو گرام کہاں رکھیں گے؟
چٹوں: میرا خیال ہے (اشارہ کر کے) یہاں رکھوا دیتے ہیں۔
(اچھو بابا ایک اور کھوکھا جو ریڈیو گرام سے ملتا
جھلتا ہے لے کر آتا ہے)

اچھو: یہ لو پنکی بی بی!
چٹوں: بابا اسے یہاں رکھ دو۔
(اچھو اٹھانے لگتا ہے تو عینک گر جاتی ہے۔
ریڈیو اٹھا کر دوسرے کونے میں لے جاتا ہے)
پنکی: اچھو بابا! یہ کہاں لے گئے؟ تمہیں تو یہاں رکھنے
کو کہا تھا۔

اچھو: (زمین پر سے عینک اٹھا کر لگاتے ہوئے) بیٹا،
عینک گر گئی تھی۔ تمہیں تو معلوم ہی ہے، عینک نہ
لگتی ہو تو میں بالکل اندھا ہو جاتا ہوں (زور سے چھینکتا

چٹوں : (کریوں کو دیکھ کر) اور وہ گدڑی کہاں ہے جس میں تم نے پن چھو رکھی ہے ؟

پسکی : (ایک گدڑی اٹھا کر) یہ ہے وہ گدڑی۔ اندر پن اس طرح چھپا دی ہے کہ پیٹو لاڈلے میاں بیٹھے گا تو اونی اونی کر کے کمرے میں بھاگنے دوڑنے لگے گا۔
(دونوں ہنسنے لگتے ہیں)

چٹوں : سچ مزا آجائے گا۔ یاد ہے پچھلی مرتبہ لاڈلے میاں نے کیا کیا تھا ؟

پسکی : ہمارے کپڑوں پر پانی کا جگ اُٹیل دیا تھا۔
چٹوں : آج ہم اُسے خوب مزا پکھاتیں گے۔ تم نے شربت میں نمک ملا دیا تھا نا ؟

پسکی : اتنا نمک ملا یا ہے کہ سارا شربت کڑوا زہر ہو گیا ہے۔

چٹوں : بس یہ سارا شربت لاڈلے میاں کو پلا میں گے۔
پسکی : اور چاند میاں بھی تو اپنی بڑی شان بگھارتا ہے کہ ہمارے انکل ولایت سے ہمارے لیے ٹیپ ریکارڈر لائے ہیں ، کینیڈا سے ٹیلے وژن لائے ہیں۔

چٹوں : اسے ہاں یاد آیا۔ ٹیلے وژن کہاں رکھا ہے ؟
پسکی : (کوٹنے والی میز کی طرف اشارہ کر کے) وہ میز کے

اچھو : ضرور دیکھا ہوگا پسکی بی بی (چھینک کر) آ آ چھو !
چٹوں : پھر وہی چھینک ؟

اچھو : غلطی ہو گئی جی۔ آ آ۔ (منہ پر ہاتھ رکھ لیتا ہے)
چٹوں : قریشی صاحب والا ٹرانسٹر کہاں ہے ؟
اچھو : ابھی لاتا ہوں جی۔ الماری میں رکھا ہے۔ (جاتا ہے)
پسکی : میرا خیال ہے چاند میاں ، چھو میاں اور لاڈلے میاں تینوں اپنے انکل کے ساتھ آئیں گے۔

چٹوں : آنے دو۔ آج انہیں دعوت کا خوب مزا چکھائیں گے۔
پسکی : ہم جب بھی اُن کے ہاں گئے ہیں انہوں نے ہمیں ہمیشہ نمک ملا شربت ، پھیکا حلوا اور کھٹے آم ہی کھلاتے ہیں۔

چٹوں : کھلاتے کہاں ہیں۔ سب کچھ تو انکل کے لاڈلے میاں کھا جاتے تھے۔

پسکی : سچ بڑا پیٹو ہے یہ لاڈلے میاں۔
چٹوں : آج اُسے کھانے کا مزا آجائے گا۔ تم نے برنی میں ڈیڈی کی نیند لانے والی دوا ملا دی تھی نا ؟

پسکی : ایسی دوا ملائی ہے کہ برنی کا ایک ٹکڑا کھاتے ہی لاڈلے میاں خزانے لینے لگیں گے۔

(دونوں ہنسنے ہیں)

چٹوں: تمہیں یاد ہے نا بابا! یہ ہنسانے والی ٹہنی ہے جس کی گردن پر پھیرو گے اس کا ہنس ہنس کر بُرا حال ہو جائے گا۔

اچھو: جانتا ہوں چٹوں میاں۔ خوب جانتا ہوں۔ تمہاری گردن پر پھیر کر دکھاؤں؟

چٹوں: (پرے ہٹ کر) نہیں نہیں۔ میری گردن پر نہیں۔ یہ ٹہنی تو تمہیں (اشارہ کر کے) اس گری پر بیٹھے ہوئے چاند میاں کی گردن پر پھیرنی ہے۔ کیا سمجھتے؟ اور وہ تمہیں کی ٹکیاں کھا رہی ہیں؟

اچھو: میری جیب میں ہیں جی۔ چٹوں: جس وقت مہمان آئیں تو تم فوراً کھن کی ٹکیاں لا کر ایک اس دروازے کے آگے اور ایک اس دروازے کے آگے چھپا کر رکھ دینا۔

پنی: اور جب لاڈلے میاں آتے ہوئے اور جاتے ہوئے دھڑام سے پھیلیں گے تو منرا آ جائے گا۔ اچھو: ایسا ہی ہو گا، پنی بی بی۔ ایسا ہی ہو گا (زور سے چھینکتا ہے)

چٹوں: پھر وہی چھینک؟

(باہر سے آواز آتی ہے)

اوپر۔

چٹوں: (قریب جا کر پردہ اُتار کر) اس کا غلاف اُتار دو۔ (غلاف کے نیچے گتے کا بنا ہوا ایک پورا لقی ٹیلے وزن رکھا ہے)

پنی: ہم کہیں گے یہ ٹیلے وٹن ہمیں ٹیڈی نے جاپان سے بھیجا ہے۔ ہم بھی انہیں ذرا اپنی شان دکھائیں گے۔

چٹوں: اور کیا۔ جاپان، امریکہ اور کینیڈا سے ادھر ہم بات ہی نہیں کریں گے۔

(اچھو چھینکتا ہوا اندر آتا ہے۔ ہاتھ میں ٹرانسٹر ریڈیو ہے۔ چٹوں ریڈیو لے کر دیکھتا ہے)

اچھو: یہ لیجیے۔ یہ لیجیے، قریشی صاحب کا ٹرانسٹر۔ انہوں نے کہا تھا، اسے زیادہ نہ لگانا۔ بیڑی ختم ہو جائے گی۔ (چھینکتا ہے)

پنی: ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ زیادہ نہیں لگائیں گے اچھو بابا! وہ ہنسانے والی ٹہنی کہاں ہے؟ اچھو: (جیب سے پتوں والی سوکھی ٹہنی نکال کر)

یہ ہے جی۔

ڈیڈی: (کرسی پر بیٹھ کر چھڑی رکھتے ہوئے) بس آتا ہی ہو گا۔ تمہارے لیے کچھ پھل خریدنے رک گیا تھا۔
(اچھو بابا ایک جگہ دم سادھے کھڑا ہے)

پنکی: چاند میاں! تم بھی بیٹھو نا۔
چاند میاں: شکریہ! (بیٹھ جاتا ہے)
چٹنوں: مجھو میاں تم بھی بیٹھ جاؤ۔ تمہارا اپنا گھر ہے۔
پچھو میاں: شکریہ! شکریہ! (بیٹھ جاتا ہے)
چٹنوں: (پنکی کے کان میں) سونے لالٹے میاں والی گدی میں ہے نا؟

پنکی: ہاں اسی میں ہے۔

چٹنوں: اچھو بابا!

اچھو: جی حضور!

چٹنوں: چائے لے آؤ نا۔

اچھو: بہت اچھا حضور!

(اچھو بابا چونکہ عینک کے بغیر ہے اس لیے دروازے کی طرف چلنے کی بجائے مہمان ڈیڈی کی طرف چل پڑتا ہے، اس کے اوپر ہنر جاتا ہے اور بڑکھڑا کر گرتا ہے)

ڈیڈی: لالٹوں ولا قوتہ! اے میاں ہوش میں تو ہو؟

آواز: کیوں بھئی گھر میں کوئی ہے؟ ارے چٹنوں میاں؟
پنکی بیٹی؟ بھئی تم لوگ کہاں ہو؟
چٹنوں اور پنکی: وہ لوگ آ گئے۔

چٹنوں: خبردار ہو جاؤ اچھو بابا۔ ہم مہمانوں کو لینے جاتے ہیں۔ تم مکھن کی ٹکیاں چھپا دو۔

چٹنوں اور پنکی باہر جاتے ہیں۔ اچھو بابا جلدی سے جیب سے مکھن کی دو ٹکیاں نکال کر دروازے کے آگے رکھنے لگتا ہے کہ ٹھوکر کھا کر گرتا ہے۔ عینک دور جا گرتی ہے۔

کرسی پر سے پن والی گدی بھی نیچے گر پڑتی ہے۔ جلدی سے گدی اٹھا کر دوسری کرسی پر رکھتا ہے اور ٹولٹا ٹولٹا مکھن کی ٹکیاں اٹھا کر دروازوں کے آگے رکھنے کے بجائے یوں ہی فرش پر ادھر ادھر رکھ دیتا ہے اور اوپر کپڑا ڈال دیتا ہے۔ چٹنوں اور پنکی: چاند میاں، ان کے بورڈے ڈیڈی اور مجھو میاں کے ساتھ اندر آتے ہیں۔ چاند میاں اور مجھو میاں دونوں چٹنوں کے ہم عمر ہیں)

چٹنوں: تشریف رکھیے اگلے لالٹے میاں کہاں رہ گئے؟

(پنکی پریشان ہو گئی ہے۔ چٹوں بھاگ کر
دوسرے کمرے میں چلا جاتا ہے)
پنکی: (کھپائی مہنسی مہن کر) میرا خیال ہے تیکے میں کوئی
بھڑ ہو گی۔

ڈیڈی: میں بھی کموں یہ ایک دم کیوں اچھل پڑا ہے۔
چاند میاں: لاڈلے میاں ابھی تک نہیں آئے ڈیڈی؟
چچو میاں: میں بھائی جان کے بغیر اُداس ہو گیا ہوں۔
ڈیڈی: بس آ ہی رہا ہو گا۔
چاند میاں: پنکی! یہ ٹیلے وزن تو بڑا خوب صورت ہے۔
پنکی: بچہ ہمارے بڑے اکل نے جاپان سے بھیجا ہے۔
ڈیڈی: بہت خوب۔

چچو میاں: اور یہ فرج بھی بڑا پیارا ہے۔
چٹوں: (اندراغل ہوتے ہوئے) یہ میرے ڈیڈی نے
آسٹریلیا سے منگوایا ہے۔
ڈیڈی: ماشا اللہ! اور یہ ریڈیو گرام بھی بڑا قیمتی معلوم ہوتا
ہے۔

پنکی: جی یہ — یہ —
چٹوں: یہ مٹی کی ایک سیلی نے میری سال گرو پر ہرمی
سے تحفے میں بھیجا تھا۔

چٹوں: یہ کیا بد تمیزی ہے اچھو؟
اچھو: (چھینک کر) وہ جی حضور! گستاخی معاف۔ میرا
مطلب ہے میری عینک — وہ عینک گر پڑی تھی
حضور — عینک — آ آ آ اچھو۔
پنکی: (زمین پر سے عینک اٹھا کر دیتی ہے) یہ تو عینک
اور جلدی سے چائے لے آؤ (پنکی گری پڑتی ہے)
چٹوں: اور سناٹے اکل! آپ خیریت سے تو ہیں نا؟
ڈیڈی: ہاں میاں! خیریت سے ہی سمجھو۔ بس اب تو تم
لوگوں کا زمانہ ہے۔

(رتنے میں چٹوں اُس گری پر بڑے آرام سے
بیٹھتا ہے جس پر اچھو بابا نے غلطی سے سوئی
والی گدڑی رکھ دی ہے۔ بیٹھتے ہی ہڑ ہڑا کر
اُچھلتا ہے)

چٹوں: (درو سے کراہ کر) مار ڈالا۔
چاند میاں: کیا ہوا چٹوں؟
چچو میاں: خیریت تو ہے چٹوں؟
ڈیڈی: اے میاں کیا کسی بھڑ نے کاٹ لیا؟
چٹوں: کچھ نہیں۔ کچھ نہیں۔ میں — میں ابھی حاضر ہوتا
ہوں۔

پنکی : ہاں ہاں - ضرور پیو - یہ تمھارے ہی لیے ہے۔

لاڈلے میاں شربت کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے۔

ڈیڈی اس کے ہاتھ پر چھڑی مارتے ہیں (

ڈیڈی : شرم نہیں آتی - مہجلا امروؤں کے ساتھ بھی کوئی

شربت پیتا ہے - یہ پنکی بیٹی پیے گی -

پنکی : (سہم کر) نہیں نہیں ڈیڈی ! آپ پیئیں -

ڈیڈی : (گلاس آگے بڑھا کر) یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔ پی

لو بیٹی - یہ تم اور صرف تم پیو گی - ہم چائے پیئیں گے۔

پی لو - پی لو - پی لو شاباش !

(پنکی زبردستی شربت کا ایک گھوٹ لیتی ہے اور

چونکہ شربت سخت کڑوا ہے اس لیے بغیر پیے

منہ میں لیے باہر کو بھاگتی ہے)

ڈیڈی : (حیرانی سے) ہائیں ! اسے کیا ہوگا !

چٹوں : کچھ نہیں اٹکل ! دراصل وہ - وہ شربت نہیں پیا کرتی

(لاڈلے میاں اٹھ کر ریفری جریئر کے پاس جاتا ہے)

لاڈلے میاں : آقاہ ! کہتا شاندار فرج ہے -

(فرج کھولتا ہے جو اندر سے بالکل کھوکھلا ہے -

دروازہ کھلتے ہی ایک بلخ قین قین کرتی باہر

بھاگ جاتی ہے - سبھی حیرانی سے میکتے ہیں -

چاند میاں : بہت عمدہ ہے -

(چٹوں ٹرائسٹر اٹھا کر گود میں رکھ لیتا ہے اور

اسے آن کر کے پھر بند کر دیتا ہے)

چٹوں : یہ ٹرائسٹر مچائی جان نے پنکی کو کینیڈا سے بھیجا تھا۔

اچھا ہے نا ؟

ڈیڈی : بہت اچھا ہے - ماشا اللہ ! ماشا اللہ ! ذرا دکھاؤ تو۔

(ڈیڈی ٹرائسٹر لے کر دیکھتے ہیں - مجھو میاں

اور چاند میاں بھی دیکھتے ہیں - بتنے میں اچھو

بابا ٹرسے میں شربت کا گلاس ، پانی اور چائے

وغیرہ لے کر اندر آتا ہے اور میز پر برتن رکھتا

ہے - دروازے کا پردہ ہٹاتا ہے اور ایک موٹا

تازہ لڑکا ہاتھ میں امروؤں کا لفافہ لیے آتا ہے)

ڈیڈی : اسے لو - لاڈلے میاں بھی آگئے۔

چاند میاں : بڑی دیر کر دی مچائی جان -

چٹوں : اہم تو انتظار کر رہے تھے -

لاڈلے میاں : امروؤں لے رہا تھا - بڑے مٹھے ہیں - لو کھاؤ۔

(لفافہ بڑھاتا ہے پھر کھینچ لیتا ہے) مگر تم نہ کھاؤ موسم

خراب ہے (خود ہی کھانے لگتا ہے) آہا - شربت

کا گلاس -

دیکھتے ہیں)

چاند میاں: (ریڈیو گرام کو ہاتھ لگا کر) بڑا خوبصورت ہے۔ تمھاری مٹی کی سہیلی نے جرمنی سے بھیجا تھا نا؟
چٹوں: تو اور کیا یہاں سے خریدا ہے۔ یہاں تو ابھی ایسا ریڈیو گرام پہنچا ہی نہیں۔
ڈیڈی: کوئی گانا تو لگاؤ چاند میاں۔

چاند میاں: اچھا ڈیڈی۔
(چاند میاں ریڈیو گرام کی نوب گھماتا ہے تو وہ ہاتھ میں آ جاتی ہے)
پنکی: ایسے نہیں۔ ایسے نہیں۔
چٹوں: ٹھہرو، میں لگاتا ہوں۔
چاند: لیکن میں بھی لگا سکتا ہوں۔ کیا سمجھے۔

(چاند میاں ذرا زور سے دوسری نوب گھماتا ہے تو تختہ نیچے آن گرتا ہے اور ایک مرنی اندر سے پھڑپھڑاتی ہوئی نکل کر بھاگ جاتی ہے۔
سارے حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں)
ڈیڈی: ریڈیو گرام میں مرنی؟

چاند میاں: یہ تو ڈرنا معلوم ہے مرغیوں کا۔
(چٹوں میاں ٹیلے وژن کے پاس جا کر کھڑا ہو جاتا)

لاڈلے میاں سہم کر کرسی پر بیٹھ جاتا ہے)
چٹوں: (کسیانی ہنسی کے ساتھ) بات یہ ہے ڈیڈی کہ....
کہ..... بطح بچھونے بغیر ہی اندر رکھ دی تھی۔
پنکی: (اندر آ کر) آپ لوگ برنی کیوں نہیں کھاتے؟
لاڈلے میاں یہ برنی تو خاص طور پر تمھارے لیے منگوائی ہے۔

لاڈلے میاں: ضرور کھاؤں گا۔ ضرور کھاؤں گا مگر پہلے تم ایک ٹکڑا کھاؤ۔

پنکی: نہیں نہیں۔ یہ صرف تمھارا حصہ ہے۔
لاڈلے میاں: نہیں نہیں۔ پہلے تم کھاؤ (اٹھا کر) یہ لو۔
پنکی: (سہم کر سرگوشی میں چٹوں سے) نیند لانے والی برنی تو نہیں ہے یہ؟

چٹوں: (گہرا کر) خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ اب اللہ کا نام لے کر کھا جاؤ۔

ڈیڈی: کھا لو بیٹی! تمھارا بھائی تمھیں دے رہا ہے۔
پنکی: (گہرا کر) شکریہ شکریہ!

(ایک ٹکڑا منہ میں ڈال کر بڑی مشکل سے نگلتی ہے۔
چاند میاں اور چٹوں میاں ٹیلے وژن اور ریڈیو گرام کے نقلی کھوکھوں کے پاس جا کر انھیں

ہے۔ اچھو بابا آٹے پاؤں بھاگ جاتا ہے،
ڈیڈی: (حیرانی سے) ارے میاں! کس بات پر ہنس رہے
ہو؟

چاند میاں: کیا کسی نے لطیفہ سنایا ہے کوئی؟
چھو میاں: حیرانی کی بات ہے!
چٹوں: ہا ہا ہا..... بڑی ہنسی آ رہی ہے۔ تم بھی ہنسو۔
ہا ہا ہا..... تم بھی ہنسو ہا ہا — ہنسی — چاند
میاں..... چھو میاں۔ ہا ہا ہا!

لاڈلے میاں: ہا ہا ہا۔ ہی ہی ہی ہی۔ امروہ کھاؤ — لاڈو
کھاؤ اور خوب کھاؤ۔ ہی ہی ہی ہی ہی۔
چٹوں: ہا ہا ہا۔

ڈیڈی: ارے ہنسی کو تو نیند آ رہی ہے۔

چٹوں: مجھے بھی نیند آ رہی ہے۔ ہا ہا ہا۔

(اچھو بھاگ بھاگ اندر آتا ہے)

اچھو: چٹوں میاں! میر صاحب نے اپنا چائے کا سیٹ،
مک صاحب نے اپنا واٹر سیٹ، اور قریشی صاحب
نے اپنا ٹرانسپائر واپس مانگا ہے۔

ڈیڈی: (حیرانی سے) ہا میں! تو کیا چائے کا سیٹ بھی ان
کا اپنا نہیں؟

ہے اور اسے لگانے کی کوشش کرتا ہے تو
اس کا گتا بھی گر جاتا ہے اور اندر سے ایک
کبوتر پھڑپھڑاتا ہوا اڑ جاتا ہے)
چھو میاں: (ڈر کر پیچھے ہٹتے ہوئے) ڈیڈی! اس میں
کبوتر ہے۔

ڈیڈی: ارے میاں چٹوں! یہ نیلے وشن ہے یا کبوتروں کا
کا بک؟

چاند میاں: یہ تو تمہارے بڑے اہل نے جاپان سے بھیجا
تھا۔

لاڈلے میاں: میرا خیال ہے کبوتر بھی جاپان ہی سے ساتھ آ
گیا تھا۔ ہی ہی ہی۔ یہ تو امروہ کھاؤ چٹوں۔ تم برنی
کھاؤ ہنسی۔

(ہنسی کو نیند آنے لگتی ہے۔ اتنے میں پیچھے
سے اچھو بابا ہاتھ میں ہنسانے والی ٹوکھی تھنسی
لیے اندر آتا ہے۔ ٹھوکر کھاتا ہے۔ ٹینک گر
جاتی ہے۔ وہ آگے بڑھ کر بجائے لاڈلے میاں
کے چٹوں کی گردن پر ہنسی پھیر دیتا ہے)

چٹوں: (گردن پر ہاتھ مار کر) یہ کیا؟
(پھر اچانک قہقہے لگا کر ہنسا شروع کر دیتا)



چٹوں طوطا

منظر

اکبرے میں میز پر سپرٹ لیمپ، بوتلیں، شیشے کی ٹکلیاں اور دوسرا سامان کا سامان بڑا ہے۔
 انکل پروفیسر ایک ٹکلی میں سے سیاہ رنگ کی دوا اچھوٹی سی شیشی میں ڈال رہے ہیں۔ پنکی اور چٹوں حیرت سے نگ رہے ہیں۔
 انکل: ہا ہا ہا! آخر میں کامیاب ہو گیا، جادو کی دوائی بنانے میں۔ ہا ہا ہا! جادو کی دوائی۔ جادو کی دوائی۔
 پنکی: انکل! یہ دوا کس کام آتی ہے؟
 انکل: ہو ہو ہو۔ یہ نہ بخار کی دوا ہے نہ زکام کی۔ یہ جادو کی دوا ہے۔ جادو کی دوا (شیشی بند کرتے ہوئے)

چاند میاں: ٹرانسٹر بھی کسی سے اُدھار لے رکھا ہے۔
 چھو میاں: اور واٹر سیٹ بھی ہمسائے کا ہے۔
 لاڈلے میاں: امرو کھاؤ۔ لڈو برنی کھاؤ اور منسو۔ ہا ہا ہا!
 چٹوں: ہا ہا ہا!
 ڈیڈی: یہ تو سب لوگ پاگل ہو گئے ہیں۔ چلو میاں سے نکل چلو۔

ڈیڈی، چاند میاں، لاڈلے میاں، چھو میاں چلے جاتے ہیں۔ اچھو بابا بھی بھاگ جاتا ہے۔ چٹوں ہنستا ہوا پنکی کو لے کر اُٹھتا ہے،

چٹوں: ہا ہا ہا۔ چلے گئے۔ سب چلے گئے۔ ہا ہا ہا!
 پنکی: مجھے نیند آ رہی ہے۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔
 چٹوں: ہا ہا ہا۔ ہی ہی ہی۔ ہا ہا ہا۔

(چٹوں کا فرش پر ماتھن کی ایک ٹکلیا پر سے اور پنکی کا دوسری ٹکلیا پر سے پاؤں پھسلتا ہے اور دونوں دھڑام سے گرتے ہیں۔ چٹوں ہنستا چلا جا رہا ہے اور پنکی سو گئی ہے،)

چٹوں: پنکی! پنکی! ہا ہا ہا۔ ہا ہا ہا۔ پنکی؟ ہا ہا ہا۔

جنتوں: کیا آدمی غائب ہو جاتا ہے؟
 انکل: ہا ہا ہا! کتنے بھولے بھولے بچے ہو تم بھی —
 مائی ڈیر جنتوں اینڈ پینکی! اگر کوئی شخص اس شیشی کی
 دوائی تھوڑی سی سونگھ لے تو اس کی یادداشت گم
 ہو جائے گی۔

پینکی: یادداشت گم ہو جائے گی!
 انکل: ہاں! ساری یادداشت گم ہو جائے گی۔ ابھی نامکمل ہے
 یہ دوائی۔ کراچی سے دوسری جڑی بوٹی لا کر ڈالوں گا
 تو پھر ایسا نہیں ہوگا۔

جنتوں: (تعجب سے) تو کیا آدمی کو کچھ بھی یاد نہیں رہے
 گا؟

انکل: بالکل یاد نہیں رہے گا۔ وہ اپنا نام بھول جائے گا۔
 اپنے بہن بھائیوں کی ٹنگلیں بھول جائے گا۔ اپنا گھر بھول
 جائے گا۔ اسے ہر طرف بند، خرگوش، طوطے، ہاتھی
 گھوڑے، درخت اور دنیا نظر آئیں گے۔

جنتوں: طوطے بھی نظر آئیں گے انکل؟

انکل: ہاں ہاں طوطے بھی — جس کو جو جانور پسند ہوگا اسے
 وہی نظر آئے گا۔

جنتوں: مجھے طوطے بہت پسند ہیں انکل! میں تھوڑی سی دوا

اس کے اندر طوطا، مینا، چڑیا، کوئل، بندر، خرگوش،
 ہاتھی، گھوڑا بھی بند ہیں۔

پینکی: (جرات سے) طوطا، مینا، ہاتھی، گھوڑا!
 انکل: (شیشی کو سپرٹ لیمپ پر آج دیتے ہوئے) ہاں!
 ہاتھی، گھوڑا، شیر، لوٹری سب جانور سارے درخت
 سارے دریا، ساری نہریں اس چھوٹی سی شیشی میں بند
 ہیں۔

جنتوں: مگر انکل! اتنی چھوٹی سی شیشی میں اتنی بڑی چیزیں
 کیسے آگئیں؟

انکل: (حقہ لگا کر) یہی تو جادو ہے۔ اسی لیے تو میں اسے
 جادو کی دوائی کہتا ہوں۔ اس پر میں چھ سال سے تجربہ
 کر رہا تھا۔ آج کامیاب ہو گیا ہوں۔ ہا ہا ہا! بس
 ایک جڑی بوٹی کی کسر رہ گئی ہے۔ اسی کو لینے کراچی
 جا رہا ہوں۔ بس پھر دنیا میں کوئی بیماری نہیں رہے گی۔

پینکی: پھر تو انکل یہ بڑی اچھی دوا ہے؟

جنتوں: انکل! یہ کھائی جاتی ہے؟

انکل: بالکل نہیں۔ بالکل نہیں۔ اسے بس تھوڑا سا سونگھا
 جاتا ہے۔

پینکی: اسے سونگھنے سے کیا ہوتا ہے انکل؟

سُونگھ لیں؟

پسکی: خبردار چٹوں جو تم نے اس دوائی کو ہاتھ لگایا۔

انکل: ہاں بیٹے! ابھی یہ دوائی ادھوری ہے۔ اسے ہرگز ہرگز ہاتھ نہ لگانا۔ (گھڑی دیکھ کر) میرے جہاز کا

وقت ہو رہا ہے (دوائی کی شیشی الماری میں بند کرتے ہوئے) اس الماری کو بالکل نہ چھیڑنا۔ میں ایک ہفتے

بعد کراچی سے واپس آؤں گا تو اسے کھولوں گا۔

سمجھے؟

چٹوں: ہم ہرگز ہاتھ نہیں لگائیں گے انکل! بھلا ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے۔ ٹھیک ہے نا پسکی؟

پسکی: آپ بالکل فکر نہ کریں انکل! ہم اس الماری کے پاس بھی نہیں جائیں گے۔

انکل: (چھتری اور برساتی اٹھا کر) اچھا! اب میں جا رہا ہوں۔ چچی اور بڑے بھائی جان آئیں تو انہیں کہہ دینا میرے جہاز کا وقت ہو گیا تھا۔

پسکی: بہت اچھا انکل!

انکل: خدا حافظ!

(انکل باہر جاتے ہیں۔ پسکی دوسری میز پر سے چائے کا سامان ٹرے میں سمیٹتی ہے۔ چٹوں

الماری پر ایک بھرپور نظر ڈال کر کتابیں اٹھاتا

ہے)

چٹوں: میں پڑھنے جا رہا ہوں پسکی! خدا حافظ! پسکی: خدا حافظ! جلدی واپس آ جانا۔ راستے میں پلو کے

ہاں کیرم کھیلنے نہ بیٹھ جانا۔

چٹوں: سیدھا گھر آؤں گا۔ نگر نہ کرو۔

(چٹوں کتابیں اٹھا کر باہر جاتا ہے۔ پسکی چائے

کا ٹرے اٹھا کر دوسرے کمرے میں چلی جاتی

ہے۔ کمرہ خالی ہو جاتا ہے۔ اچانک چٹوں اندر

آتا ہے۔ ادھر ادھر دیکھ کر دبے پاؤں الماری

کی طرف بڑھتا ہے۔ جیب سے پرکار نکال کر

الماری کھولتا ہے اور دوا کی شیشی نکال کر

الماری بند کر کے بھاگ جاتا ہے)

منظر

(باغ کا ایک کونا۔ چٹوں اپنے سکول کے ساتھی

پلو کے ساتھ ادھر ادھر دیکھتا خوشی خوشی آ کر

بیچ پر بیٹھ جاتا ہے اور شیشی نکال کر کتاب ہے)

چٹوں: یہ ہے جادو کی شیشی۔ تمہیں خرگوش پسند ہیں نا؟

اُد چُنوں !

چُنوں : (آنکھیں ملے ہوئے اُٹھ کر) کیا ہو گیا تھا مجھے ؟
 پتو : تم دعا سُن گئے تھے ہی بے ہوش ہو گئے تھے ۔ چُنوں !
 چُنوں : (کسی کو نہیں پہچان رہا) کون چُنوں ؟ کون سی دعا ؟
 پتو : (شیشی دکھا کر) یہ دیکھو ۔
 چُنوں : (شیشی کو دُور پھینکتے ہوئے) کیا پاگلوں ایسی باتیں
 کر رہے ہو ۔

پتو : ہوش میں اُد چُنوں !

چُنوں : کون چُنوں ؟

پتو : تمہارا نام چُنوں ہی تو ہے ۔

چُنوں : کون بے وقوف کتا ہے میرا نام چُنوں ہے ۔ میرا

نام تو میاں مٹھو ہے ۔ میں طوطا ہوں ۔ ہر ہر

لال چوچ والا طوطا ۔ (بولتا ہے) میں نہیں میں

مجھے تو تم بھی طوطے نظر آ رہے ہو ۔ میں نہیں ۔ ہر

طرف طوطے ہی طوطے اُڑ رہے ہیں ۔ (ادھر ادھر

بھاگتا ہے جیسے طوطے پکڑ رہا ہے) یہ رہا طوطا ۔

وہ گیا طوطا ۔ باا ! کیا پیارا طوطا ہے ۔ یہ افریقہ

کا طوطا ہے ۔ یہ چین کا سفید طوطا ہے ۔ میں نہیں

میں نہیں ۔ (بچو کا سر پکڑ کر) پکڑ لیا طوطا ۔ آاا

پتو : ہاں ! بہت پسند ہیں ۔ تم خرگوش بن جاؤ
 چُنوں : تو پھر اسے ایک بار سُن گئے لو ۔ تم خرگوش بن جاؤ
 گے اور تمہیں ہر طرف ہرے بھرے جنگلوں میں خرگوش
 بھاگتے دوڑنے نظر آئیں گے ۔

پتو : (ڈر کر) نہیں بھئی ! میں اسے نہیں سُن گھوں گا ۔
 چُنوں : (غرور سے گردن اٹھا کر) ہونہہ ! تم تو ڈرپوک ہو ۔
 لو دیکھو ، میں تمہارے سامنے اسے سُن گھتا ہوں ۔

پتو : تمہیں طوطے پسند ہیں نا چُنوں ؟

چُنوں : ہاں ! اور مجھے ہر طرف ہرے طوطے پھپھرتے

نظر آئیں گے ۔ ہاں ! کیا سمجھے ؟

پتو : یا ار چُنوں ! اسے مت سُن گھو ۔

چُنوں : ہونہہ ! ڈرتے ہو ؟ تم نہ سُن گھو ۔ میں تو ضرور سُن گھوں

گا ۔ مجھے طوطے بہت اچھے لگتے ہیں ۔ ہرے ہرے

درختوں پر پھپھرتے طوطے ۔ میں نہیں کرتے لال لال

چونچوں والے طوطے (شیشی کھول کر سُن گھتا ہے)

اقاہ ! کتنی اچھی خوشبو ہے ۔

(اچانک آنکھیں بند کر کے گر پڑتا ہے)

پتو : پریشان ہو کر ! چُنوں چُنوں ! چُنوں ! (اسے بلاتا

ہے ۔ ہاتھ پیر ملتا ہے) چُنوں ! چُنوں ! ہوش میں

کانا آدمی : (چٹوں کو پکڑ کر) ارے میاں مٹھو! تم پھر گھر سے بھاگ نکلے؟

چٹوں : ہاں! میں میاں مٹھو ہوں۔ میں طوطا ہوں۔ افریقہ کا طوطا۔ میں نہیں۔ میں نہیں۔ میں میاں مٹھو ہوں۔ مجھے پوری دو۔ میں نہیں مجھے پوری دو۔ میں نہیں۔

کانا آدمی : (دوسرے لوگوں سے درد بھرے لہجے میں) بھائیو یہ میرا بھانجا ہے۔ بے چارہ سائیں لوگ ہے (چٹوں سے) چلو گھر میاں مٹھو! تمہیں پوری کھلاؤں گا۔

چٹوں : (مذکرتے ہوئے) نہیں نہیں۔ مجھے یہیں پوری دو میں طوطا ہوں۔ میں یہیں پوری کھلاؤں گا۔ میں نہیں۔

(سوائے کانے آدمی اور اس کے ساتھی کے باقی سب لوگ گردلوں کو افسوس کے ساتھ جھجکاتے چلے جاتے ہیں)

کانا آدمی : (جیب سے برنی نکال کر) یہ لو پوری میاں مٹھو۔ چٹوں : (خوش ہو کر) لاؤ لاؤ۔ میں نہیں۔ میں نہیں۔

(چٹوں برنی مزے لے لے کر کھانا ہے)
ساتھی : (تمتہ لگا کر) اُستاد! آج تو شکار اپنے آپ جاں میں آکر پھنس گیا۔

پکڑ لیا طوطا!

پتو : (گہرا کر ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے) چھوڑو۔ چھوڑو مجھے۔ میں طوطا نہیں ہوں پتو ہوں۔

چٹوں : (اس کے سر کو زور سے پکڑ رکھا ہے) اب میں نہیں چھوڑوں گا طوطے کو۔ یہ میرا پیارا افریقہ کا طوطا ہے۔ میاں مٹھو! پوری کھاؤ گے؟ میاں مٹھو! — میں نہیں۔

(چٹوں طوطے کی طرح ہاتھوں کو پکڑ پکڑاتا ہے۔ پتو آزاد ہو جاتا ہے اور بستہ اٹھا کر ایک طرف کو بھاگ جاتا ہے۔ چٹوں طوطے کی طرح بیخ کے ارد گرد بازو اٹھا کر نہیں میں کرتا پکڑ لگا رہا ہے۔ تین چار آدمی اکٹھے ہو جاتے ہیں۔

ان میں ایک ڈاکوؤں ایسے ٹپکے والا کانا آدمی بھی ہے جس نے کافی آنکھ پر کالا ماسک چڑھا رکھا ہے۔ اس کا ساتھی بھی ہمراہ ہے)

ایک آدمی : بے چارہ پاگل ہو گیا ہے۔
دوسرا آدمی : اسے پاگل خانے پہنچا دینا چاہیے۔
کانا آدمی : (آگے بڑھ کر) ارے! یہ تو اپنا میاں مٹھو ہے۔
ساتھی : اپنا میاں مٹھو ہی ہے اُستاد جی!

کارڈھی : بس مزا آگیا۔ پانچ سو روپے سے کم نہیں بکے
کا یہ لوکا۔

ساتھ: ڈھائی سو میرے اور ڈھائی سو تمہارے۔ ٹھیک ہے نا۔
چُنّوں برقی کھا کر بے ہوش ہو کر گر پڑتا ہے)
کارڈھی : (تشویش سے ادھر ادھر دیکھ کر) ڈھائی سو ہی
لے لینا لیکن پہلے اسے یہاں سے اٹھاؤ تو سہی۔
ساتھ: جلدی کرو استاد! جلدی کرو۔ کہیں کوئی سپاہی نہ
دیکھ لے۔

اکانا آدمی اور اس کا ساتھی چُنّوں کو کھیس میں لپیٹ
کر کندھے پر ڈال کر ایک طرف بھاگ جاتے ہیں۔
ان کے جاتے ہی بنو پٹی کو ساتھ لے کر وہاں
پہنچ جاتا ہے۔ پٹی پریشان ہے)

پٹی: (پریشانی سے ادھر ادھر دیکھ کر) کہاں ہے میرا
بھائی چُنّوں؟

پٹی: میں اسے اسی بچ پر چھوڑ کر گیا تھا پٹی بہن۔
پٹی: مگر یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔ بچ خالی پڑا ہے۔
ہائے اللہ، کہاں چلا گیا میرا بھائی!
پٹی: میرا خیال ہے باغ میں کسی درخت پر چھپا بیٹھا ہوگا۔
کہتا تھا میں طوطا ہوں۔ میں طوطا ہوں۔

پٹی : یا اللہ! میرے بھائی کی غلطی معاف کر دینا۔ اُس نے
چوری چوری الماری کھولی ہے اُسے معاف کر دینا۔
(آواز دے کر) چُنّوں! چُنّوں!
پٹی: (آواز دے کر) چُنّوں! چُنّوں! چُنّوں!
پٹی: ہائے اللہ! اب کیا ہوگا! کہاں ڈھونڈوں میں اپنے
بھائی کو!! چُنّوں! چُنّوں!
(دونوں آوازیں دیتے چلے جاتے ہیں)

منظر

(ایک فارمنا کرا۔ اکانا آدمی اور اس کا ساتھی کھیس
میں لپیٹے ہوئے چُنّوں کو کندھے پر اٹھائے اندر
داخل ہوتے ہیں اور اسے ایک جگہ تخت پر
پھینک دیتے ہیں۔ چُنّوں ہوش میں آتا ہے)
چُنّوں: ٹیس ٹیس۔ ٹیس ٹیس۔ میں طوطا ہوں۔ میں افریقہ کا طوطا
ہوں۔ میں ہوا میں اُڑ رہا ہوں۔ میں طوطا ہوں۔ ٹیس
ٹیس۔ مجھے امرود دو۔ چوری دو۔
اکانا آدمی : ہا ہا ہا! (جیب سے امرود نکال کر) یہ لومیاں
مٹھو! امرود۔

ساتھی: (جیب سے سیب نکال کر) یہ لومیاں مٹھو! سیب۔

ساتھی: تمہیں پُجڑی کھانے کو ملے گی۔

پُجڑوں: میں میں — میاں مٹھو کو پُجڑی ملے گی؟

کانا: ضرور ملے گی۔ مگر شرط یہ ہے کہ ہاتھ تیز تیز چلاؤ۔

پُجڑوں: طوطا زور زور سے چکی چلائے گا۔ میں میں —

میں طوطا ہوں۔ میں افریقہ کا طوطا ہوں۔ میں میں۔

کانا: اب ہمیں جتنی جلدی ہو سکے اس لڑکے کو ملے کر

یہاں سے بھاگ جانا چاہیے۔ اگر ہم نے دیر کی تو

پولیس ہمیں پکڑ لے گی۔

ساتھی: مگر اُستاد! سارے راستے بند ہیں۔ پولیس نے چاروں

طرف ناکہ بندی کر رکھی ہے۔ ہم یہاں سے کیسے باہر

نکل سکتے ہیں؟

کانا: مگر ہم زیادہ دیر یہاں ٹھہر بھی تو نہیں سکتے۔ پولیس

ضرور ہمارے غار کا پتا معلوم کر لے گی اور ہمیں گرفتار

کر کے جیل بھجوا دے گی۔

ساتھی: میرا خیال ہے اُستاد! ہم کل آدھی رات کو جب ہر

طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہو گا، اس طوطے کو یہاں

سے لے کر نکل جائیں گے۔

کانا: بس ٹھیک ہے۔ ہمیں کل رات اس غار میں سے

ضرور چلے جانا چاہیے۔ زیادہ دیر یہاں رہنا خطرے

پُجڑوں: (خوش ہو کر) اہا ہا! امرو۔ سیب — اہا ہا۔ امرو۔

سیب — میں میں۔ میں میں۔

کانا آدھی: (ساتھی سے) اس کے پاؤں میں زنجیر باندھ دو

کہیں یہ بھاگ نہ جائے۔

ساتھی: ابھی باندھتا ہوں اُستاد!

(زمین پر سے زنجیر اٹھا کر پُجڑوں کے پاؤں میں

ڈال دیتا ہے)

کانا آدھی: بس میاں مٹھو! اب یہاں پڑے پُجڑی کھاؤ۔

اہا ہا!

(دونوں قہقہے لگاتے دوسرے کمرے میں چلے جاتے

ہیں اور پُجڑوں امرو اور سیب کھاتے ہوئے ہیں

میں، میں طوطا ہوں۔ میں میں، بولے جا رہے،

منظر

غار۔ کانا اور اس کا ساتھی چارپائی پر بیٹھے ہیں۔

پُجڑوں کے پاؤں میں زنجیر بندھی ہے اور وہ چھوٹی

سی چکی آگے رکھے آٹا پیس رہا ہے اور طوطے

کی طرح ساتھ ساتھ گردن بھی ہلا رہا ہے)

کانا: (ڈانٹ کر) جلدی ہاتھ چلاؤ میاں مٹھو!

بتو : وہ اس وقت بڑی تکلیف میں ہے۔ ڈاکوؤں کے
خار میں ہے ہمیں وہاں جا کر اُسے آزاد کرانا ہوگا۔
پنکی : میرا بھائی چٹوں جہاں بھی ہوگا میں اسے ضرور آزاد
کراؤں گی۔

بتو : اس کی ایک ہی ترکیب ہے۔

پنکی : کون سی ترکیب؟

بتو : کان ادھر کرو۔

(پنکی کان بتو کی طرف کرتی ہے۔ بتو کان میں

کچھ کہتا ہے)

پنکی : (سنجیدگی اور عزم کے ساتھ) ایسا ہی کریں گے۔ چلو

میرے ساتھ۔

بتو : چلو۔

(دونوں پر وہ اٹھا کر جاتے ہیں)

منظر

(وہی غار۔ پٹنگ پر بستر لگا ہے۔ میز پر پھل

رکھے ہیں۔ کانا اور اس کا ساتھی اندر آکر بستر

دیکھتے ہیں)

کانا : بس یہ جگہ اس کے سونے کے لیے ٹھیک رہے گی۔

سے خالی نہیں۔

(چٹوں ہاتھ روک دیتا ہے)

کانا : (غصے سے) آٹا پینا کیوں بند کر دیا؟

چٹوں : میاں مٹھو تھک گیا ہے۔

ساتھی : خبردار جو ہاتھ روکا! چلتی چلاؤ۔

کانا : (اٹھ کر ہوا میں چابک لہرا کر) آٹا پیسو۔ نہیں تو

مار مار کر کھال اُدھیڑ دوں گا۔

چٹوں : میاں مٹھو کو چوری کھلاؤ پہلے۔ طوطا بھوکا ہے۔

کانا : (جیب سے امرود نکال کر) یہ لے امرود، کھانا بھی

جا اور آٹا بھی پیتا جا۔

چٹوں : میاں مٹھو امرود کھاؤ۔ امرود کھاؤ میاں مٹھو۔

(چٹوں امرود اٹھا کر کھانے لگتا ہے اور ساتھ

ہی چلتی بھی چلانے لگتا ہے)

منظر

(پنکی کا گھر۔ پنکی تصویر کے آگے اُداس بیٹھی ہے

بتو بھاگتا ہوا آتا ہے)

بتو : پنکی پنکی! چٹوں کا پتا چل گیا چٹوں مل گیا۔

پنکی : (خوش ہو کر) چٹوں مل گیا۔! کہاں ہے میز بھائی؟

پنکی : (عربی لہجے میں) السلام علیکم !
کانا : (خوشی سے) وعلیکم السلام ! یہ کمرہ آپ کے آرام
کرنے کے لیے ہے۔ امید ہے آپ کو یہاں کوئی تکلیف
نہیں ہوگی۔

پنکی : (پلنگ پر بیٹھ کر) شکریہ ! شکریہ ! ہم نے آپ کو
بڑی تکلیف دی۔

ساتھی : جی نہیں۔ جی نہیں۔ ہمیں تو خوشی ہوئی ہے۔

پلو : (اوپر نیچے، دیواروں کو دیکھ کر) یہ آپ لوگ غار
میں کیوں رہتے ہیں؟ مرجا مرجبا !

کانا : دراصل بات یہ ہے کہ ہم بھی آپ کی طرح سوداگر
ہیں۔ یہاں ڈاکے وغیرہ کا خطرہ نہیں۔

پنکی : بہت اچھا خیال ہے۔ ہم بھی سوداگر ہیں۔ مال مرے
میں رکھا ہے۔ اگلے پڑاؤ کی طرف جا رہے تھے کہ
رات ہو گئی اور آپ کے پاس ہمان بن کر آ گئے۔

کانا : یہ تو ہمارے لیے بڑی خوشی کی بات ہے جناب !
پنکی : آپ کس چیز کا کاروبار کرتے ہیں؟ مجھے تو یہاں
کسین بھی مال دکھائی نہیں دے رہا۔

ساتھی : مال دوسرے کمرے میں پڑا ہے۔
کانا : (مسکرا کر) انشاء اللہ کل رات آپ کو دکھائیں گے

ساتھی : مجھے تو یہ دونوں سوداگر کوئی ٹھک لگتے ہیں۔
کانا : (ہنس کر) ہم سے بڑا ٹھک کون ہے بھلا۔ تم فکر
نہ کرو۔ اگر ایسی ویسی بات ہوئی تو دیکھا جائے گا۔

ساتھی : ان کا اپنا مال کہاں ہے؟
کانا : کہتے ہیں پیچھے آ رہا ہے۔ بہر حال، ہمیں ان کی خاطر
کرتی ہوگی۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے ہم ان کے ہاتھ ہی
میاں بیٹھو، یعنی طوطے میاں کو فروخت کر دیں۔
ساتھی : (خوش ہو کر) یہ خیال بالکل ٹھیک ہے استاد !
کانا : تم تیل دیکھو اور تیل کی دھار دیکھو — اور ہاں ،
ہمارے سوداگر ہمان کہاں ہیں؟ اب انھیں آرام
کرنا چاہیے۔

ساتھی : بس آ رہی رہے ہوں گے۔
کانا : یاد رکھنا۔ اگر طوطے میاں کی بات ان سوداگروں سے
ہو گئی تو ٹھیک ہے ورنہ کل رات ہی اُسے یہاں
سے لے کر بھاگ جانا ہوگا۔

ساتھی : ایسا ہی ہوگا استاد۔
(اتنے میں پنکی اور پلو عرب سوداگروں کے لباس
میں، سروں پر عربی رومال باندھے کالی عینکیں،
کالی مونچھیں اور لمبے چنے پستے داخل ہوتے ہیں)

بتو : تمیں - تمیں - میاں مٹھو ! تمیں - تمیں -
 بھنڈ : (دوسری طرف سے) تمیں - تمیں - میاں مٹھو - تمیں تمیں
 پتکی : چوری کھانی ہے ! میاں مٹھو -

بتو : میاں مٹھو !
 بھنڈ : (دوسری طرف سے) میاں مٹھو !
 پتکی : (خوش ہو کر) وہ یہیں ہے - چٹنوں یہیں ہے -
 بتو : (خوش ہو کر) مرچا ! مگر سوال یہ ہے کہ اسے کیسے ڈھونڈنا
 جائے ؟

پتکی : ان دیواروں میں ضرور کہیں دروازہ ہوگا -
 (دیوار کو ادھر ادھر سے ٹٹولتی ہے کہ ایک پتھر
 کھسک جاتا ہے - اس کے ساتھ ہی دروازہ نمودار
 ہوتا ہے)

پتکی : دروازہ مل گیا بتو ! جلدی سے اندر آ جاؤ -
 (دونوں پتھر ہٹا کر سوراخ میں دوسری طرف کود جاتے
 ہیں - دوسری طرف زمین پر چٹنوں چکی آگے رکھے
 بیٹھا طوطے کی طرح گردن ہلاتا رہا ہے اور امرود
 کھا رہا ہے)

پتکی : (چٹنوں سے پٹ کر) میرے بھائی ! ہائے ان ظالموں
 نے تمہارا کیا حال بنا رکھا ہے -

مال : آپ یقیناً اسے پسند کریں گے -
 بتو : ہم ضرور خریدیں گے - مرچا مرچا !
 پتکی : مال خریدنے ہی تو گھر سے نکلے ہیں -
 کانا : (اٹھتے ہوئے) اب آپ آرام کریں - انشا اللہ
 صبح بات ہوگی -
 پتکی : ضرور ضرور -

بتو : مرچا مرچا !
 (کانا اور اس کا ساتھی چلے جاتے ہیں - پتکی
 اور بتو لپک کر دروازے میں گنڈی لگا دیتے
 ہیں -)

بتو : چٹنوں ضرور اسی غار میں کہیں ہے -
 پتکی : (ادھر ادھر دیواروں کو ہاتھ لگا کر) مگر یہاں تو
 کوئی دوسرا دروازہ نہیں ہے -
 بتو : میں طوطے کی آواز نکالتا ہوں اگر چٹنوں یہاں کہیں
 ہوا تو وہ ضرور جواب میں طوطے کی بولی بولے گا -
 پتکی : ہاں ! یہ ٹھیک ہے - آواز نکالو -

(بتو طوطے کی آواز نکالتا ہے - دوسرے کمرے
 سے چٹنوں کے طوطے کی بولی بولنے کی آواز
 آتی ہے)

چٹوں: (غصتے سے) کون ہو تم؟ چلے جاؤ یہاں سے چلے جاؤ۔
پنکی: چٹوں، میں پنکی ہوں۔ ہائے اللہ میں تمہاری بہن پنکی
ہوں۔ تم مجھے پہچانتے کیوں نہیں؟
بیتو: یہ پنکی ہے چٹوں! اور میں بتو ہوں۔ تم چٹوں ہو۔
چٹوں: کون پنکی؟ کون چٹوں؟ کون تو؟ میں تو افریقہ
کا طوطا ہوں۔ میں میں میں۔ میاں مٹھو چوری کھاؤ گے
میاں مٹھو! میاں مٹھو۔

پنکی: ہائے اللہ! اسے تو کچھ بھی ہوش نہیں۔

بیتو: پھر اب کیا کیا جائے پنکی؟
پنکی: (چٹوں کے پاؤں کی زنجیر کھول کر) ظالموں نے کتنی
بڑی طرح سے زنجیر باندھ رکھی ہے۔

بیتو: میرا خیال ہے ہمیں فوراً پولیس کو اطلاع کر دینی چاہیے
پنکی: تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ پولیس ہمارا انتظار بھی تو کر
رہی ہے۔

بیتو: ہم انہیں کہہ کر آئے تھے کہ جوہنی چٹوں کا پتا ملا فوراً
اطلاع کر دیں گے۔

پنکی: تو پھر تم جلدی سے نکل جاؤ اور سپاہیوں کو لے کر
یہاں پہنچ جاؤ۔

بیتو: میاں مٹھو! میاں مٹھو! چوری کھاؤ گے؟

پنکی: اب جاؤ نا بتو!

بیتو: (ادھر ادھر دیکھ کر) کدھر سے جاؤں؟

پنکی: اس ٹھری سے کود جاؤ۔ میں ساتھ والے کمرے میں
تمہاری والپس کا انتظار کروں گی۔

بیتو: ہاں! تم ساتھ والے کمرے میں رہو۔ کہیں ڈاکوؤں کو
شک نہ ہو جائے۔ خدا حافظ!

پنکی: خدا حافظ!

(بتو کھڑکی سے پھلانگ لگا دیتا ہے پنکی دیوار
کے سوراخ میں سے دوسرے کمرے میں جا کر سوراخ
کے آگے پیٹر رکھ دیتی ہے)

چٹوں: میں طوطا، افریقہ کا طوطا ہوں۔ میاں مٹھو! میاں مٹھو!
ٹیاؤں ٹیاؤں — ٹیاؤں ٹیاؤں (زنجیر دیکھ کر) پنخرا
کھل گیا۔ طوطا آزاد ہو گیا۔ پنخرا کھل گیا۔ آقاہ۔
آتا ہے یاد مجھ کو گندا رتو! زمانہ!

وہ باغ کی بہاریں وہ سب کا بل کے گانا

آقاہ! طوطے کا پنخرا کھل گیا — طوطے کا پنخرا کھل گیا۔
(چٹوں طوطے کی طرح بازو پھیر پھیراتا ہے ادھر ادھر
بھاگتا پھرتا ہے)

طوطا آزاد ہو گیا۔ میاں مٹھو! چل امرود کے باغ کو۔

بتو : ابھی تو یہیں تھا۔

تھانیدار : (کانے کو ڈانٹ کر) سچ سچ بتاؤ۔ کہاں ہے چٹوں؟
کانا : (ہاتھ جوڑ کر) حضور ! ہم نے تو اسے اسی کمرے میں
بند کر رکھا تھا۔

ساتھی : (ہاتھ جوڑ کر) حضور ! معلوم ہوتا ہے کسی نے چٹوں
کی زنجیر کھول دی اور وہ کھڑکی میں سے کود کر بھاگ
گیا ہے۔

تھانیدار : (پنکی سے) پنکی ! معلوم ہوتا ہے یہ لوگ ٹھیک کتے
ہیں۔

پنکی : ہائے اللہ ! زنجیر میں نے ہی کھولی تھی۔

تھانیدار : تو پھر وہ یہاں سے نکل گیا۔

بتو : میرا خیال ہے وہ زیادہ دُور نہیں گیا ہوگا۔

تھانیدار : ہم ضرور چٹوں کو تلاش کر لیں گے۔ فکر کرنے کی کوئی

بات انہیں (ڈاکوئل کو آگے دھکیل کر) چلو ! او

پنکی اور بتو - ہم شہر کا کونا کونا چھان ماریں گے اور

چٹوں کو ضرور ڈھونڈ نکالیں گے۔

بتو : انشا اللہ !

(سب لوگ دیوار کے سوراخ میں سے باری باری

دوسری طرف بھٹکا شروع ہو جاتے ہیں)

کتے پکے میٹھے میٹھے امروہد کھا۔ پل اڑ جا۔

(کھڑکی میں کھڑا ہو کر دونوں بازو پھیلا کر دوسری

طرف پھیلا لگا دیتا ہے)

(پنکی کمرے میں پٹنگ پر بیٹھی ہے۔ پھر اٹھ کر

کمرے میں ادھر ادھر ٹھٹھنے لگتی ہے کہ اتنے میں

ساتھ دلے کمرے سے تھانیدار کی آواز آتی ہے)

تھانیدار : خیر دار جو کسی نے بھاگنے کی کوشش کی۔

دروازہ کھلو۔

(پنکی بھاگ کر دروازہ کھولتی ہے۔ اس کے ساتھ

ہی کانا، اس کا ساتھی، تھانیدار، سپاہی اور بتو

اندر داخل ہوتے ہیں۔ کانے اور اس کے ساتھی

کے ہتھکڑیاں لگی ہیں)

تھانیدار : کہاں ہے چٹوں؟

پنکی : اس کمرے میں ہے۔

(پنکی آگے بڑھ کر دیوار میں سے بڑا سا پتھر نکال

دیتی ہے) سارے لوگ اس کمرے میں داخل ہوتے

ہیں جہاں چٹوں تھا، مگر پکی خالی پڑی ہے۔ چٹوں

غائب ہے)

پنکی : ہائے اللہ ! کہاں گیا میل بھائی؟

تھم گئی۔ اب جناب بھوت نے کیا کیا؟ اُس نے زمین پر زور سے پاؤں مارا تو زبردست بھونچال اُگیا سارے مکان دائیں بائیں جھٹونے لگے۔ قریب تھا کہ زمین پھٹے اور جادوگر اس میں سما جائے کہ جادوگر نے پھر زمین پر زور سے پاؤں مارا۔ اس کے ساتھ ہی بھونچال ختم ہو گیا۔ تو پیارے بچو! جادوگر جیت گیا اور بھوت بھاگ گیا۔ اب سارا بچہ لوگ زور سے تالی بجا رہے اور کہو یا اللہ خیر!

بیٹے: (زور سے تالیاں بجا کر) یا اللہ خیر!
مداری: کسی نیک کا منہ دکھانا۔
بیٹے: کسی نیک کا منہ دکھانا۔

مداری: (ڈوگ ڈوگ بجا کر) پیارے بچو! اس چینی جادوگر نے مجھے یہ لوہے کا گولا دیا تھا۔ یہ دیکھو۔ یہ ایک گولا ہے۔ اگر اب یہ دو ہیں۔ اب تین اور اسے لو۔ اب چار ہو گئے۔

مداری گولوں کے کرتب دکھاتا ہے۔ اس کے بعد بڑے پنجرے کی طرف اشارہ کر کے)

مداری: پیارے بچو! طوطوں اور کبوتروں کے کرتب تو تم نے بہت دیکھے ہوں گے۔ کئی مداری آئے اور اپنے اپنے

منظر

(ایک جگہ مداری جمع لگائے کھڑا ہے۔ بچے اُس کے ارد گرد جمع ہیں۔ مداری ڈوگ ڈوگ اور مرنی بجا رہا ہے۔ قریب ہی پنجرے میں چڑیا، کبوتر اور مینا بھی بند ہیں اور لوہے کے گولے بھی رکھے ہیں۔ ایک بڑا سا ٹوکرا اوندھا پڑا ہے۔ جس کو کہیں سے ڈھانپ دیا گیا ہے)

مداری: ایک بار سب بچہ لوگ زور سے تالی بجا کر کہو،
شوٹم جائے۔

بیٹے: شوٹم جائے۔
مداری: شاماش! کسی نے سنا کسی نے نہیں سنا۔ ایک بار پھر کہو، شوٹم جائے۔
بیٹے: شوٹم جائے۔

مداری: پیارے دوستو، ملک چین میں ایک جادوگر رہتا تھا۔ بڑا عقل مند، بڑا ہوشیار۔ ایک بار اس کا مقابلہ ایک بھوت سے ہو گیا۔ بھوت بڑا خوف ناک تھا۔ اس نے بھونک ماری تو چاروں طرف آنندھیاں چلنے لگیں۔ جادوگر فوراً سمجھ گیا۔ اس نے جیب سے سفوف کی پٹیا نکالی اور فضا میں بکھیر دی۔ ایک دم آنندھی

مداری : بہت اچھا - اچھا ، یہ بتاؤ ، کبھی طوطا دیکھا ہے ؟
لڑکا : ہاں دیکھا ہے ۔

مداری : کہاں دیکھا ہے ؟

لڑکا : ہمارے گھر میں طوطا ہے ۔

مداری : وہ باتیں کرتا ہے ؟

لڑکا : ہاں باتیں کرتا ہے ۔ کہتا ہے : میاں مٹھو چوری کھاؤ گے ؟

مداری : واہ وا ! اچھا یہ بتاؤ کبھی کسی لڑکے کو طوطے کے

رُوپ میں دیکھا ہے ؟

لڑکا : نہیں ۔

مداری : بالکل نہیں ۔

لڑکا : بالکل نہیں ۔

مداری : (دوسرے لڑکوں کی طرف دیکھ کر) پیارے بچو !

طوطے کے رُوپ میں کسی آدمی ، کسی لڑکے کو تم نے

ہرگز نہیں دیکھا ہوگا ۔ تو آؤ آج ہم تمہیں ایک ایسے

طوطے سے ملواتے ہیں جو لڑکا بن گیا یا یوں کہہ لو کہ

ایک ایسے لڑکے سے ملواتے ہیں جو طوطا بن گیا ۔

(ٹوکرسے پر سے کہیں اُٹھا کر) بالکل آ میرے طوطے ۔ یہ

رہا بچو تمہارا طوطا جو لڑکا بن گیا ۔

(اُچٹوں ٹوکرسے میں سے باہر نکل کر مجمع میں آ کر

کرتب دکھا کر چلے گئے ۔ لیکن آج میں تم کو ایک ایسا

کرتب دکھاؤں گا جو تم نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا ۔ پوچھو

وہ کون سا کرتب ہے ؟

بچے : (زور سے) وہ کون سا کرتب ہے ؟

مداری : وہ کرتب ایک طوطے کا ہے ۔ تم پوچھو گے کہ طوطے

کے کرتب تو لاکھوں دیکھے ہیں ۔ پھر اس طوطے میں کون

سی انوکھی بات ہے ؟ پیارے بچو ! تم لوگوں نے

طوطے کو انسانوں کی بولی بولتے دیکھا ہوگا مگر انسان

کو طوطے کی بولی بولتے نہیں سنا ہوگا ۔ اگر سنا ہوگا

تو ایسا انسان نہیں دیکھا ہوگا جو طوطا ہوگا ۔

ایک لڑکا : یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟

مداری : تم بڑے ہوشیار بچے معلوم ہوتے ہو ۔ ذرا میرے سامنے

آ کر بیٹھ جاؤ ۔

لڑکا : (سامنے آ کر بیٹھتے ہوئے) بیٹھ گیا ۔

مداری : تمہارا نام کیا ہے ؟

لڑکا : شوکت ۔

مداری : بہت اچھا تو میاں شوکت ، یہ بتاؤ تم کون سی کلاس

میں پڑھتے ہو ؟

لڑکا : آٹھویں کلاس میں ۔

(ہاتھ پھیلا کر اس طرح بلاتا ہے جیسے اڑ رہا)

ہو۔ بڑکے ہنستے ہیں)

مداری : تم کتنی جماعتیں پڑھے ہو ؟

چُنٹوں : آٹھ جماعتیں ، طوطا ٹڈل ہائی سکول میں ۔

(سب بچے ہنستے ہیں)

مداری : لو بھئی بچو ! یہ طوطے میاں ٹڈل ہائی سکول کے سٹوڈنٹ

ہیں۔ بہت خوب ! میاں منٹھو چوری کھاؤ گے ؟

چُنٹوں : میاں منٹھو چوری کھاؤ گے ؟

مداری : یہ لو چوری ۔

(مداری جھولے میں سے ایکٹ نکال کر ہاتھ سے

چُنٹوں کے منہ میں ڈالتا ہے)

مداری : پوچھو کیسی ہے ؟

چُنٹوں : (خوش ہو کر) بڑی مزے دار ہے ۔

مداری : پوچھو بھی کھالی اور باتیں بھی کر لیں ۔ اچھا ! اب ان

لوگوں کو ایک کرتب دکھاؤ ۔

چُنٹوں : میں میں ۔ کون سا کرتب !

مداری : (لوہے کا بڑا سا چھلا دے کر) ذرا اس میں سے گزندہ کر

دکھا دے ۔ شاباش ! ہاں ہاں ۔ یہ لے چھلا ، گزندہ جا

اس میں سے ۔

کھڑا ہو جاتا ہے ، طوطے کی بولی بولتا ہے اور

گردن گھماتے ہوئے ہنس ہنس کر لوگوں کو دیکھتا

ہے ۔ سب لوگ تالی بجاتے ہیں)

مداری : تو ہاں جی ! یہ ہے وہ انسانی طوطا ۔ طوطے میاں

تمہارا نام کیا ہے ؟

چُنٹوں : میاں منٹھو ۔

مداری : میاں منٹھو ، پوچھو کھاؤ گے ؟

چُنٹوں : ہاں کھاؤں گا ۔

(سب لوگ ہنستے ہیں)

مداری : تم کہاں سے آئے ہو ؟

چُنٹوں : افریقہ سے ۔

مداری : افریقہ میں تم کہاں رہتے تھے ؟

چُنٹوں : جنگل میں ۔

مداری : تمہارا گھونسلہ کہاں تھا ؟

چُنٹوں : ایک درخت کے اوپر ۔

مداری : تم کیا کھاتے تھے ؟

چُنٹوں : بیر ، امرود اور لوکاٹ ۔

مداری : تم یہاں کیسے آئے ؟

چُنٹوں : اڑتے ہوئے ۔

سیاہی: (پنکی سے) یہی ہے چٹوں؟

پنکی: جی ہاں، یہی چٹوں ہے۔

(پنکی چٹوں سے لپٹ جاتی ہے)

مداری: حضور! یہ تو طوطا ہے۔ افریقیہ کا طوطا۔ کیوں میاں،

بوہو! ان کو بتا دو کہ تم کون ہو؟

چٹوں: میں طوطا ہوں۔ افریقیہ کا طوطا۔

سیاہی: (مداری کے چپٹ لگا کر) ابھی تھلانے چل کر معلوم

ہو جائے گا کہ افریقیہ کا طوطا کون ہے۔ چلو ہمارے

ساتھ۔

سیاہی: غلطی ہو گئی مائی باپ۔ معافی.... معافی....

سیاہی: سچ سچ بتا، یہ لڑکا تو نے کہاں سے اٹھایا تھا؟

مداری: اٹھایا نہیں تھا حضور! یہ تو اپنے آپ میرے پاس

آ گیا تھا۔ کہنے لگا، میں افریقیہ کا طوطا ہوں۔ مجھے اپنے

پاس رکھ لو۔

پنکی: یہ جھوٹ بکتا ہے جناب۔ اس نے ہمارے بجائے کو

زبردستی اپنی قید میں رکھا ہوا ہے۔

سیاہی: ہوں۔ چلو، تھلانے چلو۔

(پولیس مداری کو لے کر جاتی ہے۔ پنکی اور چٹوں

بٹو کے ساتھ جاتے ہیں۔ پردہ گرتا ہے۔)

(چٹوں لوہے کے چھتے کو گلے میں ڈال کر

اس میں سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے)

مداری: (ٹوگ ڈوگی بجاتے ہوئے) شاباش، بس ذرا سی کسر

رہ گئی ہے۔ میرے میاں مٹھو! شاباش، جتنا اچھا

کرتب دکھاؤ گے، اتنی زیادہ چوری ملے گی۔

(چٹوں چھتے میں سے نکل جاتا ہے۔ سب لڑکے

تالیاں بجاتے ہیں)

مداری: شاباش! (جھولے سے بسکٹ نکال کر) یہ لو چوری

کھاؤ۔ (مرلی بجا کر) سب بچہ لوگ زور سے تالی

بجاؤ اور کمو شو کم جیائے۔

بچے: (تالی بجا کر) قوم جیائے۔

مداری: سخی آئے۔

بچے: سخی آئے۔

(اس کے ساتھ ہی دو پولیس والے پنکی اور بٹو

کے ساتھ آتے ہیں)

سیاہی: ٹھہرو!

(سہم کر) یا اللہ خیر! یہ سخی داتا کہاں سے آگئے! کیا

بات ہے جناب عالی! میں تو غریب مداری ہوں۔ میں

نے کیا کیا حضور؟

منظر

گھر کا ڈرائینگ روم۔ چنوں رستی سے بندھا ہوا
کرسی پر بیٹھا ہے۔ پٹکی، پٹو، چنوں کی اٹی اور
اٹو پاس ہی پریشان بیٹھے ہیں۔

چنوں: میں طوطا ہوں۔ افریقہ کا طوطا ہوں۔ مجھے جنگل میں
جانے دو۔ میرا گھونسل درخت پر ہے۔ مجھے اپنے گھونسل
میں جانے دو۔

اتنی: ہائے اللہ! اب کیا ہوگا؟

اٹو: گھبراؤ نہیں۔ انشا اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ قریشی
کراچی سے آ رہا ہے۔ وہ دوا ضرور ساتھ لا رہا ہوگا۔
اسی دوا سے ٹھیک ہوگا چنوں۔ تم گھبراؤ نہیں۔
اتنی: ہائے اللہ! مجھ سے اپنے لاڈلے کی حالت دیکھی نہیں
جاتی۔

اٹو: حوصلہ بیگم! حوصلہ (گھڑی دیکھ کر) بس قریشی آتا ہی
ہوگا۔ اس نے لکھا تھا کہ تیر گام سے واپس آئے گا اور
تیر گام کا ٹائم ہو گیا ہے۔

(کھانسنے کی آواز کے ساتھ ہی انکل داخل ہوتے)

ہیں۔

اٹو: اے لو، قریشی آگیا۔

اتنی: یا اللہ تیرا شکر ہے۔

انکل: (اندرا کر) السلام علیکم۔ ارے بھئی کیا بات ہے؟ تم
لوگوں کے منہ کیوں ملنے پڑے ہیں؟ ٹائیں! یہ چنوں
میاں کو رستیوں سے کیوں جکڑ رکھا ہے؟

اٹو: میاں! یہ سب تمہاری دوائی کا کیا دھرا ہے۔

انکل: کون سی دوائی؟

چنوں: میں طوطا ہوں۔ افریقہ کا طوطا ہوں۔ مجھے جنگل میں
جانے دو۔

انکل: ٹائیں۔ یہ کیا رٹ لگا رہا ہے!

اتنی: ہائے سی تو رونا ہے۔ اس نے تمہاری الماری سے کئی
دوائی سونگھ لی ہے۔ بس اس وقت سے یہی رٹ لگا رہا ہے کہ

میں طوطا ہوں۔ افریقہ کا طوطا ہوں۔ مجھے جنگل میں جانے دو۔

انکل: اومانی گاڈ! اس نے ضرور نیلی شیشی والی دوائی سونگھ لی ہے۔

اٹو: ارے بھائی! اب اسے ٹھیک کرنے کی کوشش کرو۔

انکل: ابھی ٹھیک کیے دیتا ہوں۔ (الماری میں سے شیشی نکال کر)

یہ ہے وہ شیشی جو چنوں نے سونگھی ہے۔ یہ تو ٹری زبردست

دوائی ہے اگر تم سونگھ لو تو گھوٹا بن جاؤ۔ کیوں کہ تمہیں گھوڑوں

سے بڑا پیار ہے۔

اٹو: بھائی مذاق چھوڑو اور کام کرو۔

کھیل اور مشغلے

جادو کے کھیل

نہایت آسان مگر حیرت انگیز شمشیر سے جنسین پٹے اپنے دوستوں کو دکھائیں گے تو وہ انہیں جادو کا بادلوں کہنے لگیں گے۔ خوب ضرورت سرورق۔

جادو کے کرتب

اس کتاب میں ذرا بڑی عمر کے بچوں کے لیے جادو کے کھیل دیے گئے ہیں۔ شادی بیاہ، سالگرہ اور ایسی قسم کی دوسری تقریروں میں آپ یہ کھیل دکھا کر لوگوں کو حیرت میں ڈال سکتے ہیں۔

کھیل تماشے

گھر کے اندر اور باہر کھیلنے کے لیے بالکل نئے کھیل کتاب کے آخر میں دماغی ورزش کے لیے نئے اور بھارتی دی گئی ہیں اور بچہ دل چاہے جادو کے کھیل بھی کھائے گئے ہیں۔

ڈاک کے ٹکٹ جمع کرنا

ڈاک کے ٹکٹ جمع کرنا بہت مقبلاً اور مصلحتی مشغلہ ہے۔ اس کتاب میں ٹکٹ جمع کرنے کے متعلق تمام ضروری ہدایات دی گئی ہیں۔ پاکستان اور دیگر ملک ٹکٹوں کی بہت سی نمایاں تصویروں۔



لاہور، راولپنڈی، پشاور، ملتان، حیدرآباد، کراچی

ذیادہ تر

انکل: ابھی ٹھیک کیے دیتا ہوں۔

(انکل نیلی شیشی میں اپنی جیب سے ایک سفوف کمال کڑھالتے)

ہیں اور اسے ہلا کر چٹوں کے منہ کے پاس لے جا کر کہتے ہیں)

انکل: لومیاں اس کو سونگھ لو۔ (چٹوں زور سے سونگھتا ہے۔ اس کے

ساتھ ہی انکھیں بند کر کے کھولتا ہے اور جیلن موکر اور دھڑکھٹا ہے)

چٹوں: یہ مجھے رستوں سے کیوں باندھ رکھا ہے! یہ سب کیا ہو رہا ہے!

اقی: (چٹوں سے لپٹ کر) یا اللہ تیرا شکر ہے۔ میرا بچہ اچھا ہو گیا۔

ابو: یا اللہ تیرا شکر ہے (رستیاں کھولتے ہیں)

انکل: ارے بھئی یہ تو معمولی بات تھی۔ دوائی کراچی سے مل گئی ورنہ

بڑی مشکل ہوتی۔

پنکی: چٹوں تم طوطے بن گئے تھے۔

چٹوں: طوطا! میں طوطا بن گیا تھا؟

پنکی: ہاں! تم کہتے تھے۔ میں طوطا ہوں۔ افریقہ کا طوطا۔

چٹوں: کبھی نہیں کبھی نہیں۔ میں ایسا نہیں کہہ سکتا۔

(سب چٹوں کو بیاہ کرتے ہیں۔ اقی ابو اسے گلے لگا لیتے ہیں)

پنکی: میاں! منگو چوری کھاؤ گے؟

چٹوں: (لپک کر) ذرا ٹھہرو! ابھی تمھاری خبر لیتا ہوں۔

(چٹوں پنکی کے پیچھے بھاگتا ہے۔ اقی ابو ہنستے ہیں)

(پروردہ گرتا ہے)

بچوں کے لیے
سائنسی اور
معلوماتی
کتابیں

ایجادوں کی کہانیاں

ان تمام بڑی بڑی ایجادوں کی دل چسپ کہانیاں جن سے انسان کو بہت فائدہ پہنچا انہیں کے لیے بہترین کتاب۔

ہوائی سواریاں

معمولی جہازیں جہازوں سے لے کر راکٹوں اور مصوری چاند تک کی دل چسپ داستان۔ آسان زبان میں۔

موجودوں کی کہانیاں

ان مریضوں کی زندگی کے حالات جنہوں نے اپنی مشیہ ایجادوں سے دنیا کی کیا پٹ کر رکھ دی بہترین معلوماتی کتاب۔

زمین کے خزانے

زمین کے اندر سے نکالی جانے والی معدنی دولت مثلاً پٹرول، لوہا، کوئلہ، سونا وغیرہ کا مفصل بیان۔

زمین کے تحفے

زمین سے حاصل ہونے والی ان بے شمار نعمتوں کا تذکرہ جو ہمارے کھانے پینے اور دوسری ضرورتوں میں لگا آتی ہیں

کیا ایکسوں؟ کیسے؟

عام سائنسی اور معلوماتی سوالات اور ان کے جوابات بڑی آسان اور دل چسپ زبان میں تصویروں کے ساتھ۔

سائنس کی حیرت انگیز باتیں

زمین، آسمان اور سمندر سائنس کی ایک دنیا ہے۔ ان میں کیسے پڑتے ہیں۔ یہ کتاب اسی دنیا کی دل چسپ کہانی ہے۔

سائنسی معلومات

جہاز آمدنی، سورج، چاند ستارے اور سیارے کیا ہیں؟ راکٹ کیسے چلتے ہیں؟ ہوا کیسے بہتے ہیں؟ ہوا کیسے بہتے ہیں؟

فائبر آپٹک

ڈرامے



نہایت دل چسپ اور ہنسا ہنسا کر پوٹ کر دینے والے ڈرامے ،
جنہیں آسانی سے کھیلا جاسکتا ہے ۔

نومی کے کارنامے
ایم حمید

یہ ڈرامے سکولوں میں کھیلے جاسکتے ہیں اور بچوں نے انہیں بہت
پسند کیا ہے ۔ ایک ڈرامے کی فلم بھی بن چکی ہے ۔

حد ہو گئی
عزیز انصاری

چھوٹے چھوٹے ایک ایکٹ کے آسان اور نصیحت آموز کھیل جنہیں کھیلتے
کے لیے زیادہ ساز و سامان کی ضرورت نہیں ۔

وہ لڑکی کون تھی
میرزا ادیب

چھ ہلکے پھلکے ڈرامے اور فیچر جو بچوں میں بہت مقبول ہوئے ہیں
اور سکولوں میں شیج بھی ہو چکے ہیں ۔

تیس مارخاں
میرزا ادیب

چوٹوں اور پچی کی ہنسا ہنسا کر پیٹ میں بل ڈال دینے والی شرارتیں
نہایت مزے دار ڈرامے ۔

بھوت گھر
ایم حمید

میرزا ادیب اور دوسرے ادیبوں کے پندرہ ڈرامے جنہیں بچوں
نے بے حد پسند کیا ہے ۔

پریوں کے محل میں

نئے نئے ، دل چسپ اور مزے دار ڈرامے ۔

شیطان کے چیلے